هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر: میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی
ہندستان۔ سالانہ ۵ ـ ششماہی ۳ ـ بیرون ہند
قیمت فی پرچہ ۱/
منیجر: ارشاد احمد خاں

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ رجب ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۳۹ء | نمبر ۳۲

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۲۵ اگست ۳۹ء۔ تازہ اطلاع آمدہ دھرمسالہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حضور ۲۰ اگست کو منالی سے روانہ ہو کر ۲۲ اگست کو قریب شام دھرمسالہ رونق افروز ہو گئے۔ حضور کی طبیعت بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمدللہ۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کو آشوب چشم کی تکلیف ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

(۳) جملہ اہلبیت خلافت مقیم دھرمسالہ بخیریت ہیں۔

(۴) سیدہ ام طاہر حرم ثانی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کو معدہ اور جگر کی تکلیف ہے۔ درد کے دورے ہوتے ہیں۔ نیند نہیں آتی۔ دعا صحت کی جائے۔

(۵) مکرم احمد افندی حلمی جو قاہرہ مصر سے رخصت لے کر آئے ہوئے تھے۔ ۲۶ اگست کو صبح فائز المرام اپنے وطن مالوف کو واپس تشریف لے گئے۔ ان کو الوداع کہنے کے لئے بہت سے احباب اسٹیشن ریلوے پر موجود تھے ۲۵ اگست کو بعد عصر مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری نے بشمولیت چند دیگر احباب حلمی کو وداعی ٹی پارٹی دی۔ جسمیں مختصر طور پر ہر ایک دوست نے اپنے جذبات کا جو حلمی صاحب کے متعلق تھے اظہار کیا۔ آخر میں حلمی صاحب نے بھی ایک تقریر عربی میں اور دو شعر اردو میں فرمائے۔ اور دوبارہ آنے کا اشتیاق بھی ظاہر کیا۔

(۶) ۱۴ اگست کو بعد نماز عصر مولوی عبداللہ صاحب اختر جتوئی کی بارات مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کے مکان پر گئی۔ جن کی شادی عرفانی صاحب موصوف کی بھانجی سے ہوئی ہے۔ رخصتانہ کی تقریب بوجہ عدم موجودگی عرفانی صاحب جو کہ اپنے والد محترم عرفانی کبیر کی طلبی پر بمبئی تشریف لے گئے تھے۔ نہایت ہی سادگی سے عمل میں آئی۔ خدا تعالےٰ اس تقریب کو جانبین کے لئے مبارک کرے آمین

(۷) **درخواست دعا۔** مولوی احمد علی صاحب تھاپوری کی والدہ صاحبہ ایک عرصہ سے بخار اور درد شکم سے علیل ہیں۔ احباب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔

مولوی رمضان علی صاحب مجاہد تحریک جدید کا پتہ

M. Ramzan Ali
"La Comunidad Islamia Ahmadia"
Aconquija 3576
Buenos Aires (Argentina)

ہدیۂ تبریک

مکرم و محترم چودھری عبداللطیف صاحب اور سیر کے قبول احمدیت پر ذیل کے چند اشعار ایک دعوت کے موقعہ پر پڑھے گئے تھے۔ اور قبول احمدیت کے اعلان کے دوسرے تیسرے دن ہی خدا تعالےٰ نے محترم چودھری صاحب کو فرزند نرینہ عطا فرما کر دلشاد کیا الحمدللہ۔

اے ہمارے احمدی بھائی لطیف نیک خو — اے دعاہائے شبانہ روز کے شیریں ثمر
ہیچ ہو کر رہ گیا پھر یہ جہانِ رنگ و بو — جب پڑی حسنِ رخِ اسلام پر تیری نظر
رشتۂ دینِ مبیں میں منسلک ہوتا ہے تو — کسقدر دلشاد و فرحت آفریں ہے یہ خبر
یہ مسیحِ پاکؑ کے پیغام کی تاثیر ہے — تجھ پہ آخر ہو گیا سحرِ حقیقت کا اثر
نیک روحیں کر رہی ہیں اب سرِ تسلیم خم — تا ابد پھلتا رہے گا احمدیت کا شجر
اس سے بڑھکر اور کیا ہو خوش نصیبی کی دلیل — تجھ کو خالق نے دیا انعام میں لختِ جگر
ہدیۂ تبریکِ احسن آج کیجے گا قبول — اے خوشا کہ دو خوشیاں مل گئیں باہمدگر

ہے دعا کہ سایۂ رحمت رہے تجھ پر مدام
اور ترے دشمن رہیں دنیا میں بے نیل و مرام

(احسن الصدیقی از گوجرہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خلع کے متعلق حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا فیصلہ

"جو عورتیں خاوندوں سے ناراض ہوں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک عدالت فیصلہ نہ کرے۔ یا اجازت نہ دے۔ یا خاوند اجازت نہ دے۔ انہیں خاوند کے گھر سے نکلنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور جو عورت ایسا کرے گی۔ اسکی خلع کی درخواست پر اس وقت تک غور نہ کی جائے گی۔ جب تک وہ خاوند کے ہاں واپس نہ جائے۔ یا اس سے یا عدالت سے خاوند کے گھر کے سوا کسی اور گھر میں رہنے کی اجازت نہ لے۔"

(دستخط سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

لہٰذا جملہ احمدی احباب سے پوری توقع ہے۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے اس فیصلہ مبارک کی تعمیل کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ (ناظم دار القضاء قادیان)

تبلیغی رپورٹ مشن ہائے تحریک جدید بیرون ہند

بونس آئرس (جنوبی امریکہ) مشن

مولوی رمضان علی صاحب اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔ کہ عرصہ ۲۷ جولائی تا ۱۵ اگست میں علاوہ Rontine work یعنی ہفتہ واری اجلاس خطبہ جمعہ۔ احباب جماعت سے میل ملاقات اور ان کی تربیت کے بعض غیر احمدیوں سے واقفیت پیدا کی گئی۔ دو پیغامی اصحاب ملاقات کو آئے۔ اور بعض غیر احمدی اصحاب سے البشریٰ کا چندہ وصول کیا گیا۔

جاوا مشن

ملک عزیز احمد خاں صاحب احمدیہ مسلم مشنری سورابجا اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ عرصہ ۲۱ تا ۳۱ جولائی ۱۹۳۹ء کے دوران میں علاوہ فرائض معمولی یعنی جمعہ پڑھانا۔ جماعت کے جلسے کرانا۔ تربیت اور باہمی میل جول کے لئے جماعت کے احباب سے ملاقات کرنا اور تبلیغ بذریعہ خطوط کے ملک صاحب نے مندرجہ ذیل امور سرانجام دیئے:-

شہر سے ۳½ میل کے فاصلے پر ایک پرائیویٹ سکول میں جلسہ کرایا۔ اس جلسے میں ایک صاحب سافیہ نامی نے جو کہ ٹیچر ہیں۔ اور مذہباً عیسائی ہیں۔ بہت سے سوالات کئے۔ اور دوران گفتگو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اور قرآن مجید کی رو سے ابن اللہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مولوی صاحب نے ان کے تمام دلائل توڑ دیئے۔ اور سامعین پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ سافیہ صاحب نے ۲۵ تاریخ کو پھر آنے کی دعوت دی۔ اور گفتگو کے لئے یہ موضوع تجویز کیا۔ "کہ کوئی بھی انسان پاک نہیں ہو سکتا"۔ ۲۵ تاریخ کو حسب وعدہ ملک صاحب پھر سافیہ صاحب کے پاس گئے۔ اور ان سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی۔ علاوہ ازیں ملک صاحب نے کتاب "حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے" کا ترجمہ بھی کیا۔ اس کتاب کے ابھی ۳۰ صفحات قابل ترجمہ باقی ہیں۔

سنگاپور مشن

مولوی غلام حسین صاحب ایاز اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔ کہ مخالفت بہت سخت ہے۔ ہمارے اشتہاروں اور ہماری کتابوں کو یہ لوگ پڑھتے ہی نہیں۔ مسجدوں میں ہمارے خلاف جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ ان جلسوں میں فقط گالیاں ہی دی جاتی ہیں۔ پچھلے دنوں ضلع ہزارہ کے رہنے والے ایک موٹر ڈرائیور احمدی ہوئے ہیں۔ وہ ایک فوجی ٹھیکیدار کے ہاں ملازم ہیں۔ اس ٹھیکیدار کے پاس ایک اور احمدی دوست غلام نبی بھی ملازم ہیں۔ ٹھیکیدار خود اپنے ماتحت کام کرنے والوں کو اپنے ساتھ نماز جمعہ پڑھاتا ہے۔ اسے اب تک معلوم نہ تھا۔ کہ غلام نبی صاحب احمدی ہیں۔ اب انہوں نے اس کے پیچھے نماز ادا کرنے سے انکار کیا۔ تو اسے ان کا احمدی ہونا معلوم ہوا۔ اس ٹھیکیدار نے مولوی صاحب سے گفتگو کرنے کا وعدہ تو کیا ہے۔ لیکن کہتا ہے۔ کہ میں نے ہندوستان سے کتابیں منگوا بھیجی ہیں۔ وہ آلیں۔ تو گفتگو کروں گا۔

ڈاکٹر شیر محمدؐ عالی صاحب ہانگ کانگ آئے۔ ان کے ساتھ ایک صاحب بشیر احمدؐ جو خود تو غیر احمدی ہیں۔ لیکن ان کے والد احمدی تھے۔ سفر کر رہے تھے۔ اور آگے جانیوالے تھے۔ لیکن دوران سفر میں انہیں ٹائیفائڈ فیور ہو گیا۔ اور جہاز والوں نے انہیں سنگاپور اتار دیا۔ ان کے ہمراہ ان کی والدہ اور بیوی بھی ہیں۔ ڈاکٹر شیر محمدؐ صاحب نے بتلایا۔ کہ بشیر احمدؐ صاحب کے قیام کا انتظام تو ہسپتال میں ہو سکتا ہے۔ لیکن مستورات کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ یہ دونوں بیگمات غیر احمدی ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کی رہائش اور خبر گیری کا احسن انتظام کرا دیا ہے۔

ہانگ کانگ مشن

چودھری محمدؐ اسحاق صاحب مبلغ ہانگ کانگ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے غیر احمدی دوست مجھے کہتے ہیں۔ کہ اہل پیغام نے جو یہ کہنا شروع کیا ہے۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے کبھی احمدیت سے انکار کیا۔ اس کے متعلق ہم ان لوگوں کی حلفیہ شہادتیں پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ جن کے سامنے انہوں نے مرزا صاحب کی مسیحیت اور مہدویت کا انکار کیا تھا۔

(ناظم تبلیغ تحریک جدید بیرون ہند)

ایڈیٹر فاروق۔ ایڈیٹر صاحب پیغام یا چودھری محمدؐ اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی کی طرف سے کوئی جواب چودھری محمدؐ اسحاق صاحب کے مضمون مندرجہ فاروق کا نہیں آیا۔ حالانکہ ہر دو صاحب کو پرچے بھیج دیئے تھے۔ اگر چودھری صاحب کو نہ پہنچا ہو۔ تو ان کو اور پرچہ بھیج دیا جائیگا۔ وہ منگالیں۔

سید شاہ محمدؐ صاحب مجاہد جاوا

ابھی تک ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ڈاکٹر انچارج ہسپتال کا مشورہ جلد ایک سینی ٹوریم میں منتقل کرانے کا ہے۔ جس کے لئے ڈائرکٹر سینی ٹوریم کو ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہوا ہے۔ وہاں سے منظوری آنے پر سینی ٹوریم میں شاہ صاحب کو تبدیل کیا جاوے گا۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ شاہ صاحب موصوف کی جلدی شفایابی اور صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھ کر عنداللہ مشکور فرماویں۔ نیز احباب سے درخواست ہے۔ کہ جماعت پوروو کرتو کی ترقی کے لئے بھی دعا فرماویں۔

شیخ نیاز محمدؐ صاحب انسپکٹر پولیس کی باعزت بریت

عرصہ سے شیخ نیاز محمدؐ صاحب انسپکٹر پولیس میرپور خاص سندھ کے خلاف بعض معاندین نے مقدمات دائر کر رکھے تھے۔ اب ان مقدمات کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ منیر احمدؐ صاحب میرپور خاص سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ شیخ صاحب موصوف ان مقدمات میں باعزت طور پر بری ہو گئے ہیں۔ اور مدعیان کو نوٹس دیئے گئے ہیں۔ کہ وہ وجہ بیان کریں۔ کہ انہوں نے کیوں جھوٹے مقدمات دائر کئے۔ یورپین مجسٹریٹ صاحب نے مقدمات کی سماعت میں نہایت انصاف سے کام لیا۔ ہم شیخ صاحب موصوف کو اس کامیابی پر تہ دل سے مبارکباد دیتے اور دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں ہمیشہ حاسدوں کے حسد اور دشمنوں کی عداوت سے بچاوے۔ آمین

ایک بواسیر کے مریض احمدی بھائی کی کہانی اسکی اپنی زبانی

مجھے بہت عرصہ سے بواسیر کی مرض نے تنگ کر رکھا تھا۔ ڈاکٹر۔ حکیم اور وید علاج کر کے جواب دے چکے تھے۔ میں تقریباً مایوس ہو چکا تھا۔ کہ اخبار "الفضل" میں پڑھا۔ کہ حکیم محمدؐ صدیق صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ چودھری غلام رسول صاحب سب انسپکٹر زمیندارہ ٹیکس سکھیکے منڈی ملک بشیر احمدؐ صاحب احمدی قادیان جالی فارمیسی شاہدرہ کی تیار کردہ گولیاں بواسیر کھانے کے لئے اور مرہم مسوں پر لگانے کے لئے استعمال کر کے خود فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ اور دیگر دوستوں نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ آزمائش کے طور پر میں نے بھی ہر دو ادویات منگوائیں۔ امید سے بڑھ کر فائدہ اٹھایا۔ درد اور خون تو دوسرے دن ہی بند ہو گیا۔ میں بواسیر کے مریضوں سے سفارش کروں گا۔ کہ وہ مایوس ہونے سے پہلے

جالی فارمیسی شاہدرہ نزد لاہور

کی ہر دو ادویات قیمتی صرف تین روپے منگوا کر استعمال کریں۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ ر رجب ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ ر اگست ۱۹۳۹ء | نمبر ۳۲

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ ر اگست ۱۹۳۹ء

صحابہؓ کرام کی شاندار قربانیاں

تحریک جدید کی قربانیوں میں حصہ لینا جنت کو واجب کر دیتا ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:- رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ اپنی ایک بیوی کے گھر میں ایک رسہ لٹکا ہؤا دیکھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ کیسا رسہ ہے۔ کسی نے جواب دیا۔ کہ آپ کی فلاں بیوی جب رات کو نماز پڑھتی ہیں۔ تو نماز پڑھتے پڑھتے جب انہیں اونگھ آتی ہے۔ تو وہ کھڑے کھڑے اس سے ٹیک لگا لیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کوئی نیکی نہیں۔ نیکی یہ ہے۔ کہ انسان اس حد تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ جس حد تک اس کے دل میں ملال پیدا نہ ہو۔ اور پھر دائمی اور مستقل طور پر اس کو اختیار کرے اگر ایک شخص ایک نیکی کرتا ہے۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یا اس میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ یا اسے

جگانے اور بیدار کرنے کی ضرورت

محسوس ہوتی ہے۔ تو درحقیقت وہ نیکی ظاہری طور پر زیادہ ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ کی نگاہ میں گر جاتی اور اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اصل چیز یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے لئے

انسان اپنے آپ کو وقف کر دے

اور جو اقرار کرے۔ اسے پورا کرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ

منہم من قضیٰ نحبہ ومنہم من ینتظر

کہ صحابہؓ میں سے کچھ تو ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنی غرض اور مقصد کو پورا کر لیا۔ اور کچھ ایسے ہیں۔ جو ابھی اس بات کے انتظار میں ہیں۔ گویا کچھ تو ایسے تھے۔ جنہوں نے جام شہادت پی لیا۔ اور دنیا کے سامنے انہوں نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ جو اقرار انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ وہ انہوں نے پورا کر دیا۔ مگر باقی اس قسم کے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ گو ابھی تک وہ اپنے اقرار کو پورا نہیں کر سکے۔ یعنی اللہ کی راہ میں موت ان پر نہیں آئی۔ لیکن ان کی کیفیت قلبی ایسی ہے۔ کہ وہ ہر وقت موت کے انتظار میں رہتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید

جن کی نسبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیف من سیوف اللہ کے الفاظ فرمائے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخری زمانہ میں ایمان لائے تھے۔ اُحد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا۔ اس کا موجب بھی یہی تھے۔ یہ دراصل ان نوجوانوں میں سے تھے۔ جو قوم کی نظروں میں بڑھ رہے تھے۔ اور ترقی کر رہے تھے۔ یہ اُحد میں کفار کے

ایک دستہ کے کمانڈر

تھے۔ جب دشمن بھاگا۔ اور کافروں کو شکست ہو گئی۔ تو ان کی نظر اچانک اس درے پر پڑی۔ جس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دس آدمی مقرر کئے ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے غلطی سے اس درے کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ فوراً بھانپ گئے۔ کہ یہ ایک ایسا موقعہ نکل آیا ہے۔ جسے ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے عکرمہ کو کہ وہ بھی نوجوان تھے۔ اس طرف توجہ دلائی۔ اور ان دونوں نے مل کر ایک چھوٹے سے دستہ کے ساتھ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ پھر جو واقعات ہوئے۔ وہ کئی دفعہ بیان ہو چکے ہیں۔ احادیث میں بھی مسلمان ان واقعات کو پڑھتے رہتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ بلکہ ایک جگہ تو

تفصیلی ذکر

ہے۔ تو ان واقعات کا موجب خالد ہی تھے۔ اور اُحد کی جنگ تک یہ برابر اسلام کے مقابلہ میں لڑتے رہے تھے۔ غزوۂ احزاب کے بعد یہ مسلمان ہوئے۔ اور پھر انہوں نے اسلام میں ترقی کرنی شروع کر دی۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوربین نگاہ

نے انہیں ایسا بھانپا۔ کہ فتح مکہ کے وقت ایک طرف کے کمانڈر خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ اور دوسری طرف کے کمانڈر خالد بن ولید تھے۔ پھر غزوہ موتہ کے وقت بھی ان کے ہاتھ لشکر کی کمان آئی۔ گو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں مقرر نہیں کیا تھا۔ اور اس وقت آپؐ کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا۔ کہ خالد سیف من سیوف اللہ ہے۔ یعنی

اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے

یہ اسلام کی قربانی کے لئے اس قدر تیار رہتے تھے۔ کہ بہت کم مثالیں اس قسم کی جانی قربانی کی ملتی ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آرام سے بیٹھنا انہوں نے اپنے لئے پسند ہی نہیں کیا۔ ہمیشہ جہاں جنگ ہوتی پہنچ جاتے۔ اگر ایک جگہ جنگ ختم ہو جاتی۔ تو دوسری جگہ اپنے آپ کو والنٹیر کر دیتے۔ اور دوسری جگہ سے فارغ ہوتے۔ تو تیسری جگہ اپنے آپ کو والنٹیر کر دیتے۔ کوئی خطرے کا مقام ایسا نہیں تھا۔ جہاں وہ نہ پہنچے ہوں۔ حتیٰ کہ وہ فیصلہ کن

آخری جنگ

جس میں قیصر نے اپنے ایک جرنیل کو اس شرط پر جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ کہ اگر تم فتح کر کے آؤ گے۔ تو میں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کر دونگا۔ اور آدھے ملک کی سلطنت تمہیں دے دوں گا۔ اس میں بھی خالد کی تدبیر سے ہی مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ ایک عظیم الشان سلطنت کا نصف حصہ مل جانا اور

شاہی خاندان کا فرد بن جانا

کوئی معمولی بات نہیں۔ اور تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس کے لئے اس جرنیل نے کس قدر سر توڑ کوششیں کی ہوں گی۔ اسلامی تاریخیں بتاتی ہیں۔ کہ وہ جرنیل مسلمانوں کے مقابلہ میں دس لاکھ فوج لایا۔ لیکن یورپین تاریخیں قیصر کی فوج کی تعداد دو سے تین لاکھ تک بتاتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فوج اسلامی تاریخ کے مطابق ساٹھ ہزار اور عیسائی تاریخ کے مطابق ایک لاکھ تھی۔ بہرحال ادنےٰ سے ادنےٰ اندازہ بھی اگر لگا لیا جائے۔ تو کفار کے لشکر کی نسبت مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک اور تین کی تھی۔ یعنی مسلمان اگر ایک تھا۔ تو کافر تین تھے۔ پھر وہ تین لاکھ

ایک منظم فوج کا حصہ

تھے۔ کیونکہ قیصر کی حکومت کوئی معمولی حکومت نہیں تھی۔ کفار کے لشکر کی کثرت دیکھ کر اسلامی کمانڈر انچیف نے تجویز کیا۔ کہ ہمیں پیچھے ہٹ جانا چاہیئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھنا چاہیئے۔ کہ

ہماری مدد کے لئے اور فوج بھجوائی جائے

خالد بن ولید ہی وہ شخص تھے۔ جنہوں نے اس موقعہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ میں ہرگز یہ مشورہ نہیں دیتا۔ کہ اسلامی لشکر کو پیچھے ہٹنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم پیچھے ہٹے۔ تو دشمن چونکہ

آخری اور فیصلہ کن جنگ

کرنے کے لئے ارادہ سے نکلا ہے۔ اور وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تہیہ کئے ہوئے ہے۔ کہ یا تو وہ ہمیں مار دے گا۔ یا خود مر جائے گا۔ اسلئے اگر ہم پیچھے ہٹے۔ تو دشمن کا دل بڑھ جائے گا۔ اور پھر ہمارے قدم مدینے تک نہیں ٹھیرینگے۔ اور یہ خالد بن ولید ہی تھے۔ جنہوں نے کہا۔ کہ آپ تو کہتے ہیں۔ ساٹھ ہزار لشکر کم ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ اسلام نے جو

غیرت اور قربانی کا مادہ

مسلمانوں کے اندر پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کے لحاظ سے مجھے اجازت دی جائے۔ کہ میں صرف ساٹھ مسلمان چن کر دشمن پر حملہ کر دوں اسلامی کمانڈر نے اس سے انکار کیا۔ لیکن بعض اور صحابہ رضؓ نے خالد رضؓ کی تائید کی۔ اور انہوں نے بھی کہا۔ کہ یہ درست ہے۔ خالد رضؓ کو خاص آدمی اپنے ڈھب کے چن لینے دیئے جائیں۔ چنانچہ لشکر میں اعلان کیا گیا۔ کہ جو لوگ اس جنگ میں اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اپنے آپ کو پیش کریں۔ اس اعلان پر سینکڑوں مسلمانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جن میں سے انہوں نے

ساٹھ آدمی چن لئے

ان میں سے ایک ان کا پرانا دوست عکرمہ ابو جہل کا بیٹا بھی تھا۔ یہ ساٹھ آدمی تھے۔ اور ادھر قیصر کی فوج کا جو اگلا دستہ تھا۔ اس میں

ساٹھ ہزار عرب عیسائی

تھا۔ بعض عرب کے قبائل عیسائی بھی تھے۔ اور وہ قدرتی طور پر قیصر سے مل گئے تھے۔ اور قیصر بھی زیادہ تر انہی کو فوج کے آگے رکھتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا۔ کہ عربوں سے عرب ہی جنگ کرنا جانتے ہیں۔ اور یہ چونکہ گھوڑے کے خوب سوار ہیں۔ اور لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ عربوں کو ہی آگے رکھا جائے۔

ادھر ان ساٹھ نے یہ اقرار کیا۔ کہ وہ سب یکدم حملہ کر کے قلب لشکر میں پہنچ کر عیسائی کمانڈر کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں۔ اور

قلب لشکر پر حملہ

کر دیا۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ دس لاکھ کا کمانڈر جہاں کھڑا ہوگا۔ وہاں اس کے پہرے اور حفاظت کا کتنا بڑا سامان ہوگا۔ مگر جس طرح تیر کمان سے چھٹتا ہے۔ یا جس طرح باز چڑیا پر جھپٹتا ہے۔ اسی طرح وہ قلب لشکر کی طرف بڑھے۔ کچھ ان میں سے زخمی ہوئے۔ کچھ شہید ہوئے۔ اور کچھ قلب لشکر میں جا پہنچے۔ اور عین وسط میں پہنچکر انہوں نے عیسائی کمانڈر کو قتل کر دیا۔ یا بھگا دیا۔ مجھے اس وقت پوری طرح یاد نہیں۔ اسلامی لشکر کھڑا ہوا اس حملہ کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن جونہی وہ دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے اندر گھسے۔ بعض مسلمان افسروں نے سردار لشکر کو مشورہ دیا۔ کہ اب ان کو اکیلے لڑنے دینا مناسب نہیں۔ بہتر ہے۔ کہ ہم بھی ساتھ ہی حملہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی ساتھ ہی حملہ کر دیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شام تک وہ عیسائی لشکر جو اتنی بڑی شان و شوکت کے ساتھ آیا تھا۔ تتر بتر ہو گیا۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کا

ایک مشہور قصہ

تاریخوں میں آتا ہے۔ جسے پڑھ کر ہر مسلمان کی رگوں میں خون تیزی سے چلنے لگ جاتا ہے۔ اور اس کے دل میں غیرت اور قربانی کا شاندار جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ انہی ساٹھ آدمیوں میں سے سات آدمی شدید زخمی ہوئے۔ جب عیسائی لشکر کو شکست ہو گئی۔ تو ایک مسلمان

زخمیوں کی دیکھ بھال

کے لئے میدان جنگ کا چکر کاٹ رہا تھا۔ کہ اس نے ایک شخص کو

نزع کی حالت

میں دیکھا۔ قریب پہنچا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ وہ شدت پیاس کی وجہ سے اپنے ہونٹوں پر زبان مل رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ تمہیں پیاس لگی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ ہاں۔ اس نے اپنی چھاگل سے پانی نکالا۔ اور اسے پینے کے لئے دینا چاہا۔ تو اسکی نگاہ اپنے پاس پڑے ہوئے ایک اور زخمی کی طرف پھر گئی۔ اور وہ کہنے لگا۔ یہ شخص مجھ سے زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے اسے پانی پلاؤ۔ وہ اس کے پاس پانی لے کر گیا۔ تو اس نے اپنے پاس پڑے ہوئے ایک اور زخمی کی طرف دیکھ کر کہا۔ مجھے بھی پیاس ہے۔ مگر اسے مجھ سے زیادہ پیاس معلوم ہوتی ہے۔ پہلے اسے پانی پلاؤ۔ وہ اسے چھوڑ کر تیسرے کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس نے چوتھے کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور کہا۔ کہ پہلے اسے پانی پلایا جائے۔ اسے زیادہ پیاس معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر شخص نے اسے

دوسرے کو پانی پلانے کی تاکید

کی۔ یہاں تک کہ وہ ساتویں شخص تک پہنچ گیا۔ جب اس کے پاس پہنچا۔ تو دیکھا۔ کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ پھر وہ واپس دوسروں کی طرف گیا۔ تو جس جس کے پاس پہنچا۔ اس کی جان نکل چکی تھی۔ تو زخموں سے چور۔ پیاس سے بالکل لاچار۔ اور جان کندنی کی حالت میں صحابہ رضؓ نے اس قسم کے ایثار سے کام لیا۔ کہ دنیا کی تاریخ اس قسم کی کوئی اور مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اور ہر سچا مسلمان جو اس واقعہ کو پڑھتا ہے۔ اس کے دل میں بھی یہ خواہش اور آرزو پیدا ہوتی ہے۔ کہ کاش اللہ تعالےٰ مجھے بھی اسلام کی خدمت کی ایسی ہی توفیق دے۔

غرض خالد ان صفات کا مالک تھا۔ جو میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ صحابہ رضؓ میں سے جو چوٹی کے آدمی سمجھے جاتے تھے۔ ان کی اولاد

خالد رضؓ کی فدائیت

اسکی بہادری اور جذبۂ جاں نثاری کی وجہ سے ہمیشہ اس کے ارد گرد جمع رہتی تھی۔ اور باوجود اس کے کہ وہ بعد میں ایمان لائے تھے جس طرح

شمع کے گرد پروانے

جمع رہتے ہیں۔ اسی طرح خالد بن ولید کے گرد اکابر صحابہ رضؓ کی اولاد جمع رہتی تھی۔ چنانچہ ان کے ارد گرد جمگھٹا رکھنے والوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے قریبی عزیز بھی تھے۔ مثلاً حضرت عباس رضؓ کے لڑکے فضل اکثر آپ کے ساتھ رہتے۔ اسی طرح اس فدائی جمگھٹے میں حضرت ابوبکر رضؓ کے لڑکے بھی تھے۔ غرض باوجود بعد میں ایمان لانے کے ان کی

قربانی۔ ایثار اور اخلاص

کو دیکھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خاندان کے افراد کیا۔ اور دوسرے خاندانوں کے افراد کیا۔ سب ان کے ارد گرد رہتے اور سمجھتے۔ کہ ان سے مل کر کام کرنا اسلام کی خدمت ہے۔ جب خالد فوت ہونے لگے۔ تو ان کے ایک دوست اُن سے ملنے کے لئے آئے۔ ان کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ اور یہ نظر آ رہا تھا۔ کہ وہ چند گھنٹوں کے اندر اندر دنیا کو چھوڑ دینے والے ہیں۔ انہیں سخت کرب تھا۔ اور اسی کرب کی حالت میں وہ بستر پر تڑپ رہے تھے۔ کبھی دائیں کروٹ بدلتے اور کبھی بائیں۔ اس دوست نے انہیں کہا۔ خالد تم نے اسلام کی اتنی عظیم الشان خدمت سر انجام دی ہے۔ کہ میں تمہیں

جنت اور خدا کے فضل کی بشارت

دیتا ہوں۔ تم کیوں فکر کرتے ہو۔ تمہیں تو فوراً خدا اپنے فضل کی چادر میں لپیٹ لے گا۔ خالد نے ان سے کہا۔ کہ ذرا میرے قریب آؤ۔ اور میری قمیص اٹھاؤ۔ جب انہوں نے قمیص اٹھائی۔ تو خالد کہنے لگے۔ دیکھو میرے جسم پر کیا کوئی بھی جگہ ہے۔ جہاں

تلوار کا نشان

نہ ہو۔ انہوں نے دیکھا۔ تو واقعہ میں ایک انچ بھی ایسی جگہ نہیں تھی۔ جہاں تلوار کے زخم کا نشان نہ ہو۔ پھر انہوں نے کہا۔ کہ میرے تہبند کو رانوں تک اٹھا دو۔ انہوں نے تہبند اٹھا کر دیکھا۔ تو وہاں بھی رانوں تک اسی طرح

زخموں کے نشانات سے جسم بھرا ہوا تھا

یہ نشانات دکھا کر وہ کہنے لگے۔ میں نے اپنے آپ کو ہر خطرے میں ڈالا۔ ایسی ایسی نازک جگہوں پر میں نے اپنے آپ کو پھینکا کہ میں سمجھتا تھا۔ آج میرے لئے شہادت یقینی ہے۔ لیکن افسوس باوجود اس کے کہ

ہر میدان میں

میں نے اپنے آپ کو شہادت کے لئے خطرے میں ڈالا۔ آج میں بستر پر مر رہا ہوں۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جو اپنی کمزوریوں کو سمجھتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جو جانتے تھے۔ کہ ہم نے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کسی وقت جو مخالفت کی ہے۔ اس کا کفارہ معمولی کفارہ نہیں ہو سکتا۔ ایمان کے ساتھ ان کے گناہ بخشے گئے۔ ایمان کے ساتھ انہیں خدا اور اس کے رسول کا قُرب حاصل ہو گیا۔ اور ایمان کے ساتھ وہ اعلےٰ درجہ کے روحانی مقامات پر پہنچ گئے۔ مگر باوجود اس کے ان کے دلوں کی یہ خلش نہیں مٹتی تھی۔ کہ ہم نے

رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پہلی آواز

کو کیوں نہیں مانا۔ خدا نے تو ان کو بے شک بخش دیا۔ مگر انہوں نے اپنی جانوں کو نہیں بخشا۔ خدا نے تو ان کی جانوں پر رحم کر دیا۔ مگر انہوں نے اپنی جانوں پر رحم نہیں کیا۔ جب خدا نے ان کو بخشا۔ تو انہوں نے کہا۔ اگر ہمیں خدا نے بخش دیا ہے۔ تو کیا ہم شکر گذاری کے طور پر پہلے سے بھی زیادہ قربانیاں نہ کریں۔ پس باوجود اس بات کے کہ خدائی الہام ان کی تائید میں تھا۔ جیسے میں نے بتایا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے الہام کی بنا پر خالد کو سیف من سیوف اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرار دیا۔ مگر انہوں نے چین اور آرام سے بیٹھنا اپنے لئے جائز نہ سمجھا۔ اور خالد رضؓ نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ جب خدا تعالےٰ نے مجھے اپنی تلوار کہا ہے۔ تو اب اس

تلوار کو نیام میں نہیں آنا چاہیئے

تلوار تو میدان جنگ میں ہی اچھی لگتی ہے۔ چنانچہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اور کوئی موقع ایسا نہیں آیا۔ جس میں وہ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جنگ میں نہ کُود گئے ہوں۔ یہ گویا اللہ تعالےٰ کے اس انعام کی

شکر گذاری کی انتہاء

تھی۔ کہ اس نے ایک نبی پر ایمان لانے کی سعادت سے انہیں بہرہ اندوز فرمایا۔ اور اس احسان کا حقیر شکرانہ تھا۔ جو خدا نے اس رنگ میں ان پر کیا۔ کہ انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شناخت کی توفیق بخشی۔ غرض

انسانی فطرت کا حسن وجمال

ایسے نمایاں طور پر ان لوگوں میں ظاہر ہؤا۔ کہ ان کو دیکھ کر وہ تمام خیالات مٹ جاتے ہیں۔ جو شیطان کے اس دعوے سے بعض لوگوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ کہ آدم کے بیٹے دنیا میں خون بہائینگے۔ اور فساد کریں گے۔ جب انسانی قربانی اور اخلاص کے ان عظیم الشان نمونوں کو دیکھتا ہے۔ تو وہ بے اختیار چلا اٹھتا ہے۔ کہ لعنتی تھا شیطان۔ جھوٹا تھا شیطان اور سچا تھا وہ خدا جس نے آدم کو پیدا کیا۔ جس کی نسل سے ایسے قیمتی وجود دنیا میں ظاہر ہوئے۔ یہ تو اس

بے نظیر انسان کی مثال

ہے۔ جو گو ابتدائی زمانہ میں اسلام کے مقابلہ میں لڑتا رہا۔ مگر بعد میں خدا تعالےٰ نے اسے توبہ نصیب کی۔ اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شامل ہو کر اسلامی غزوات میں حصہ لیتا رہا۔ پھر معمولی آدمیوں کی طرح نہیں۔ بلکہ اس رنگ میں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے عزت کے مقام پر کھڑا کیا۔ نہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہی بلکہ خدا نے بھی اسے ایک عزت کا خطاب دیا۔ مگر اس کے علاوہ اور لوگ بھی تھے۔ اور گو وہ درجہ میں کم تھے۔ مگر احسان مندی اور شکر گذاری کی مثالیں ان میں بھی ایسی شاندار نظر آتی ہیں۔ کہ دل ان کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے اور وہ ایسی مثالیں ہیں۔ جو ایمان کو تازہ کر دیتی ہیں۔

مکہ کے بعض بڑے بڑے لوگ جو کفار کے لیڈر تھے۔ ان کی عظمت کو آج پوری طرح نہیں سمجھا جاتا۔ ہم جو مسلمان ہیں۔ اپنی تاریخوں میں چونکہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا نام پڑھتے اور انہی کا نام ہر وقت سنتے رہتے ہیں۔ اسلئے عام طور پر مسلمانوں میں یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہی مکہ کے بڑے لوگ تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ مکہ کے بڑے آدمی نہیں تھے۔ مگر آہستہ آہستہ جب قوموں میں مذہب پھیل جائے۔ تو وہ اپنے آدمیوں کے متعلق ہی یہ خیال کرنے لگ جاتی ہیں۔ کہ وہ سب سے بڑے تھے۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ وہ اپنی شوکت اور عظمت کی وجہ سے اس بات کو بھول چکے ہیں۔ کہ اس وقت کے مسلمان دوسری قوموں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے تھے۔ مثلاً آج یہ سمجھنا مشکل ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبوت سے پہلے

مکہ کے ایک بیکس نوجوان

تھے۔ بلکہ آج ہم میں سے ہر شخص یہ خیال کرتا ہے۔ کہ شاید رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدائشی طور پر ہی بادشاہ تھے اسی طرح آج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں ان کی جو عزت ہے۔ اسکی وجہ سے وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شاید مکہ کے سب سے بڑے رئیس تھے یہی حال حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضؓ کے متعلق مسلمانوں کے خیالات کا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ گو یہ لوگ مکہ کے بڑے خاندانوں میں سے تھے۔ مگر

سردارانِ قوم میں سے نہیں تھے

بلکہ سردارانِ قوم کے قریب درجہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ آج ہم جب پڑھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر رضؓ فلاں خاندان میں سے تھے۔ جسے عرب میں بڑی عزت حاصل تھی۔ تو خیال کرتے ہیں۔ کہ شاید یہ عزت حضرت ابوبکر کو حاصل تھی۔ اسی طرح جب پڑھتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضؓ کے خاندان کو مکہ میں یہ عظمت حاصل تھی۔ تو خیال کرتے ہیں۔ کہ شاید یہ عظمت حضرت عمر رضؓ کو ہی حاصل تھی۔ حالانکہ اس کے صرف یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے رشتہ داروں میں سے کسی رشتہ دار کو یہ عزت اور عظمت حاصل تھی۔ یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ اس وقت حضرت ابوبکر رضؓ کو بھی یہ عظمت حاصل تھی۔ یا حضرت عمر رضؓ کو بھی یہ عظمت حاصل تھی۔ مکہ کے اصل سردار بالکل اور تھے۔ ان سرداروں میں سے ابوسفیان تھا۔ ابوجہل تھا۔ جس کا اصل نام ابوالحکم تھا۔ اسی طرح عتبہ تھا۔ شیبہ تھا۔ ولید تھا۔ اسی طرح بعض اور لوگ تھے۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جو مکہ کے سردار تھے۔ اور ان میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں تھا۔ مکہ والے جب بھی کوئی بات کرتے۔ تو ہمیشہ ان سے پوچھ کر کیا کرتے۔ اور ان کو عظمت بھی اس قسم کی حاصل تھی۔ کہ لوگ ان کے سامنے بات کرتے سے ڈرتے۔ اور ان کے

مکہ والوں پر بہت بڑے احسان

تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کو جس قسم کی عظمت حاصل تھی۔ اس کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مکہ والوں نے جس شخص کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے باتیں کرتے ہوئے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رِیش مبارک کو ہاتھ لگا دیا

اور جس طرح دوسرے کو سمجھاتے ہوئے بعض دفعہ کہا جاتا ہے۔ کہ اپنے باپ کی عزت کا خیال کرو۔ اسی طرح اس نے بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سمجھانا شروع کر دیا۔ کہ میری عزت کا پاس کرو۔ اور جس طرح ہماری پنجابی زبان میں مثل ہے۔ کہ ون ون دی لکڑی اسی طرح اس نے انصار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ متفرق لوگ ہیں۔ ان پر تم اعتبار نہ کرو۔ یہ تو تم پر مصیبت کا کوئی وقت آیا۔ تو فوراً چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور تمہارے کام آخر تمہارا خاندان ہی آئے گا۔ اس لئے تم ان کی بات کے پیچھے نہ جاؤ۔ اور جس طرح ہم کہتے ہیں۔ کہ اس دفعہ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جاؤ۔ اس کو مان لو۔ یہ مضمون بیان کرتے ہوئے جب وہ یہاں پہنچا۔ کہ اپنی قوم ہی اچھی ہوتی ہے۔ اور مصیبت کے وقت وہی کام آیا کرتی ہے۔ یہ لوگ تو تجھے مشکل کے وقت بالکل چھوڑ دیں گے۔ تو اس نے اپنی بات پر زیادہ زور دینے اور اسے منوانے کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگا دیا۔ اس پر ایک صحابی نے اپنی

تلوار کا کندہ اس کے ہاتھ پر مارا

اور کہا ہٹائے اپنا ناپاک ہاتھ۔ تیری کیا حیثیت ہے۔ کہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگائے۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ صحابہ رضؓ چونکہ خود پہنے ہوئے تھے۔ اور صرف آنکھیں اور ان کے حلقے ہی نظر آ رہے تھے۔ اسلئے وہ کچھ دیر غور سے اس صحابی کی طرف دیکھتا رہا۔ اور آخر اس نے پہچان لیا۔ اور کہا۔ کیا تم فلاں ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ وہ کہنے لگا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ میں نے فلاں موقعہ پر تمہارے باپ کو اس مصیبت سے بچایا۔ اور فلاں موقعہ پر تمہارے فلاں رشتہ دار کو اس مشکل سے نجات دی۔

کیا تم میرے سامنے بولتے ہو

وہ صحابی بالکل خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس پر پھر اس نے بات شروع کی۔ اور جوش میں آکر اس نے پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ صحابہ رضؓ کہتے ہیں۔ ہم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا۔ جس پر اس کا کوئی نہ کوئی احسان نہ ہو۔ ہر شخص ہم میں سے اس کا ممنونِ احسان تھا۔ اور ہم میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا۔ جو اس کی طرف ہاتھ بڑھا سکے۔ اہل عرب میں

احسان مندی کا جذبہ

نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔ جسے اسلام نے اور بھی زیادہ بڑھا دیا۔ پس اس

جذبۂ امتنان

کی وجہ سے صحابہ رضؓ میں سے کوئی شخص یہ جرأت نہیں کرتا تھا۔ کہ اسے روکے۔ اور پھر اس سے وہی جواب سُنے۔ جو اس نے پہلے شخص کو دیا تھا۔ تب ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا۔ اور اس نے زور سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مار کر کہا۔ خبردار! جو تُو نے اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بڑھایا۔ اس نے پھر نظر اٹھائی۔ اور تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد اس نے اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ اور کہا۔ ابوبکر! تم پر میرا کوئی احسان نہیں۔ پس

ایک ابوبکر رضؓ ہی تھا۔ جس پر اس کا کوئی احسان نہیں تھا

باقی سب صحابہ رضؓ ایسے تھے۔ کہ ان میں سے ہر ایک پر اس کا کوئی نہ کوئی احسان تھا۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اُن سرداروں کی کیا حیثیت تھی۔

پس عمائد اور سردار جو اہل مکہ کے تھے۔ ان کی شان بالکل اور تھی۔ حضرت ابوبکر رضؓ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور حضرت عمرؓ نوجوان تھے۔ بالخصوص حضرت ابوبکرؓ ایک بڑھنے اور ترقی کرنے والے نوجوان تھے۔ اور بہت سے لوگوں کی ان پر نظریں اٹھتی تھیں۔ اور وہ خیال کرتے تھے۔ کہ کسی دن یہ

قوم کا سردار

ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کے احسانات بھی بہت لوگوں پر تھے۔

مگر بہرحال سردارانِ قوم کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اب تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو ان لوگوں کی کیا حیثیتیں رہ گئی ہوں گی۔ جو قوم کے سردار اور عمائد سمجھے جاتے تھے۔

فتح مکہ کے بعد پہلی حکومت بدل گئی

وہ جو کبھی سردار سمجھے جاتے تھے۔ ان کی سرداریاں جاتی رہیں۔ اور وہ جنہیں ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا۔ وہ ان کے حاکم اور سردار بن گئے۔ اس طرح زمانہ گزرا۔ اور گزرتا چلا گیا۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا عہد آگیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فوت ہو گئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد آگیا۔ ایک دفعہ

حضرت عمر حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے

تو ان کی ملاقات کے لئے لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔ انہی ملاقاتیوں میں مکہ کے رؤسا اور سردارانِ قریش کے بعض لڑکے بھی تھے۔ جو اکٹھے ہو کر حضرت عمرؓ کو ملنے کے لئے آئے۔ کیونکہ اس وقت حضرت عمرؓ سے ملاقات ایسی ہی تھی۔ جیسے کوئی شاہی دربار میں پہنچ جائے۔ اس وقت ساری بادشاہت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ہی حاصل تھی۔ پس انہوں نے بھی ایک دوسرے سے کہا۔ کہ آؤ ہم حضرت عمرؓ سے مل آئیں۔ چنانچہ وہ اکٹھے ہو کر ان کے پاس آئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت عمر نے ان سے باتیں شروع کر دیں۔ اتنے میں کوئی غریب سا صحابی آگیا۔ حضرت عمرؓ نے ان نوجوانوں سے کہا۔ ذرا ان کے لئے جگہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور وہ صحابیؓ قریب ہو کر باتیں کرنے لگ گیا۔ اسی اثناء میں ایک اور صحابی آگیا۔ اور حضرت عمرؓ نے پھر ان سے فرمایا۔ کہ ذرا پیچھے ہٹ جانا۔ وہ اور زیادہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور اس جگہ وہ صحابیؓ بیٹھ گئے۔ چونکہ

حج کے ایام

تھے۔ اس لئے یکے بعد دیگرے کئی صحابہ آتے چلے گئے۔ اور حضرت عمرؓ ہر صحابی کی آمد پر ان سے یہی کہتے۔ کہ ذرا پیچھے ہٹ جانا۔ یہاں تک کہ

ہوتے ہوتے وہ جوتیوں تک جا پہنچے

یہ صحابہؓ جو آئے۔ ان میں سے بعض ان کے باپ دادا کے غلام تھے۔ اور وہ ان پر دن رات ظلم وستم ڈھاتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے کئی غلاموں کو اپنے پاس سے روپیہ دے کر آزاد کروایا تھا۔ وہ تاجر تھے۔ مگر انہوں نے اپنی تجارت تباہ کر دی۔ اور جس قدر روپیہ تھا۔ وہ سب غلاموں کو آزاد کروانے پر صرف کر دیا۔ پھر ان میں سے بعض وہ لوگ تھے۔ جو ان کے برتن مانجا کرتے تھے۔ بعض وہ تھے جو ان کے بستر جھاڑتے۔ بعض وہ تھے۔ جو ان کے لئے

جنگل سے لکڑیاں اور ایندھن لاتے

اور بعض وہ تھے۔ جو ان کے اونٹوں کے لئے گھانس وغیرہ لاتے۔ اسی طرح ان میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جن کے سروں پر وہ جوتیاں مارا کرتے تھے۔ اور ان میں وہ لوگ بھی تھے۔ جن کی ماؤں کو اسلام لانے پر ان کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر انہوں نے ہلاک کیا تھا۔

غرض یہ غلام جن کو ذلیل ترین وجود سمجھا جاتا تھا۔ باری باری اندر آئے۔ اور ہر شخص کے آنے پر حضرت عمرؓ ان رؤسا سے کہتے۔ کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور ان کو جگہ دو۔ اور وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جوتیوں میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب مجلس ختم ہوئی۔ تو باہر نکل کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ آج جو سلوک ہمارے ساتھ ہوا ہے۔ اس سے زیادہ ذلت کا سلوک اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ شہر جس میں ہمارے باپ دادوں نے حکومت کی اسی شہر میں یہ لوگ جو ہمارے غلام تھے۔ اور مکہ میں ذلیل ترین وجود سمجھے جاتے تھے۔ آج ایک ایک کر کے ہمارے آگے بٹھائے گئے۔ اور ہمیں پیچھے ہٹاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم جوتیوں میں بیٹھے۔ اس سے زیادہ ذلت اور رسوائی کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ یہ گفتگو سنکر ان میں سے ایک جو زیادہ شریف تھا۔ وہ بولا۔ اور اس نے کہا۔ کہ

اسکی ذمہ واری کس پر ہے

یہ بات سنکر سب شرمندہ ہو گئے۔ وہ کہنے لگا جب ہم نے اور ہمارے باپوں نے خدا کے رسول کا انکار کیا تھا۔ اس وقت یہ لوگ ایمان لائے تھے۔ پس چونکہ یہ پہلے ایمان لائے۔ اسلئے ان کو یقیناً ہم پر فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ ہمارا ہی قصور ہے۔ کہ ہم وقت پر ایمان نہیں لائے۔ تب انہوں نے ایک دوسرے سے سوال کیا۔ کہ کیا اس ذلت کو مٹانے کا کوئی ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اور

کیا اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں؟

انہوں نے کئی تدبیریں سوچیں۔ کسی نے کہا۔ ہم اپنی جائیدادیں اسلام کی راہ میں دیدیں کسی نے کہا۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہمارے پاس جس قدر روپیہ ہے۔ وہ سب قربان کر دیں۔ مگر کسی بات پر ان کا اطمینان نہ ہوا۔ اور آخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس ہی چلیں۔ اور انہی سے دریافت کریں۔ کہ اس ذلت کا کوئی علاج بھی ہے۔ یا نہیں۔ حضرت عمرؓ چونکہ اچھے خاندان میں سے تھے۔ اور وہ شریف خاندانوں کی عزت وعظمت کو سمجھتے تھے۔ اسلئے ان کا خیال تھا۔ کہ حضرت عمرؓ ہمیں کوئی

ہمدردانہ مشورہ

دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اجازت طلب کی اور حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ اور کہا۔ کہ ہم ایک مشورہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہو کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا۔ آج ہم آپ کی مجلس میں آئے۔ اور ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ آپ نے بعض اور لوگوں کے آنے پر ہمیں پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم جوتیوں میں بیٹھنے پر مجبور ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم میری مجبوری کو سمجھ سکتے ہو۔

یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی تھے

اور میرے لئے ضروری تھا۔ کہ میں ان کو عزت و تکریم سے بٹھاتا۔ انہوں نے کہا۔ ہم اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ ہمارے باپ دادوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار کر کے ایک بہت بڑی ذلت اپنے لئے مول لی۔ مگر اب ہمیں کوئی ایسا طریق نظر نہیں آتا۔ جس سے یہ

ذلت کا داغ

ہم اپنی پیشانی سے دور کر سکیں۔ اور ہم آپ سے یہی مشورہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ کہ کیا کوئی ایسا طریق نہیں۔ جس سے یہ ذلت ہمارے ماتھے سے دور ہو سکے۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کے ذمہ عرب کی نسبوں کو یاد رکھنا ہوتا تھا۔ اور وہ بتایا کرتے تھے۔ کہ فلاں خاندان میں فلاں بڑا آدمی ہوا ہے۔ اور فلاں خاندان میں فلاں بڑا آدمی ہوا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ واقف ان کی خاندانی عزت کا اور کون ہو سکتا تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ ان کے باپ دادا کو کیسی عظمت حاصل تھی۔ وہ جانتے تھے کہ انہیں کتنی بڑی حکومت حاصل تھی۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ اب ان کی کیا حالت ہے۔ یہ تمام حالات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک ایک کر کے آنے لگے۔ اور ان واقعات کا تصور کر کے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے

اور فرمایا تم اس ذلت کا علاج پوچھتے ہو یہ کہہ کر آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور مزید کوئی اور بات کرنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا۔ آپ نے غلبۂ رقت میں اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اور شمال کی طرف جہاں شام میں ان دنوں لڑائی ہو رہی تھی۔ اشارہ کیا۔ اور کہا۔ اس کا علاج ادھر ہے۔ گویا انہیں بتایا۔ کہ اس ذلت کو دور کرنے کا علاج صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ

جہاد میں شامل ہو کر اپنی جانیں دیدو

اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ وہ لوگ بھی اخلاص سے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے دلوں میں بھی ایمان تھا۔ اور ان کے قلوب بھی اللہ تعالےٰ کی محبت سے سرشار تھے۔ انہوں نے جب یہ سنا۔ تو اسی وقت وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر شام کی طرف چلے گئے۔ اور تاریخ بتاتی ہے۔ کہ پھر ان میں سے کوئی شخص زندہ واپس نہیں آیا۔ سب اسلام کی خاطر جہاد میں شامل ہو کر شہید ہو گئے۔ یہ ان دشمنوں کے لڑکے تھے۔ جنہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت شروع دن سے کی۔ مگر پھر بھی ان کے اخلاص اور ان کی قربانی کا یہ حال تھا۔ کہ وہ ایک اشارہ پاتے ہی شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آیا۔ اس کے مقابلہ میں میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں۔ کہ تمہارے اخلاص اور تمہاری قربانی اور تمہاری محبت اور تمہاری فدائیت کا بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثبوت یہی ہو سکتا تھا۔ کہ تم ثابت کرتے۔ کہ تم نے احمدیت کے لئے اسی قسم کی

قربانیوں کا نمونہ

دکھا دیا ہے۔ جس قسم کی قربانیاں صحابہؓ نے کیں۔ مگر کیا تم کہہ سکتے ہو۔ کہ تم واقعہ میں اس قسم کی قربانیاں کر رہے ہو۔ کیا تم میں وہ رجل رشید نہیں ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے اس عظیم الشان احسان کے شکر کے طور پر کہ اس نے تمہیں اپنے مسیح کو ماننے کی توفیق بخشی۔ اپنا مال اور اپنی جان اسکی راہ میں قربان کر دیں۔ کیا تمہارے دل میں یہ درد پیدا نہیں ہوتا۔ کہ کاش تمہیں بھی ایسی ہی قربانیوں کا موقعہ ملے۔ تا آنے والی نسلیں تمہارے نمونہ کو دیکھ کر تم پر درود بھیجیں۔ اور

آسمان پر فرشتے تمہاری قربانی اور ایثار کی تعریف کریں

نہایت چھوٹی چھوٹی قربانیاں ہیں۔ جو تمہارے سامنے پیش ہوتی ہیں۔ مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد تم ان کو بالکل بھول جاتے ہو۔ اور تمہاری حالت اس افیونی کی طرح ہو جاتی ہے۔ جسے بار بار جگانا پڑتا ہے۔ اور وہ بار بار سو جاتا ہے۔ مثلاً میں نے

تحریک جدید

شروع کی۔ میں سمجھتا ہوں۔ اپنے دل میں اسلام کا درد رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کے سامنے یہ تحریک پیش کی جاتی۔ کہ اس چندہ کے ذریعہ ایک ایسا مستقل فنڈ قائم کر دیا جائیگا۔ جو دائمی طور پر اسلام کی تبلیغ کے کام آئیگا۔ اور وہ یہ تحریک سننے کے باوجود اس میں حصہ نہ لیتا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ اگر ایک مرتے ہوئے باایمان انسان کے کانوں میں بھی یہ تحریک پہنچ جاتی۔ تو اسکی رگوں میں خون دوڑنے لگتا۔ اور وہ سمجھتا۔ کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر

میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا

مگر تم میں سے کتنے ہیں۔ جنہوں نے اسکی اہمیت کو سمجھا۔ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے استقلال کے ساتھ اس میں حصہ لیا۔ لاکھوں کی جماعت میں سے پانچہزار کی تعداد بھی تو ابھی پوری ہونے میں نہیں آئی۔ چنانچہ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ "الفضل" میں ان لوگوں کی جو فہرست شائع ہو رہی ہے۔ جنہوں نے شرائط کے مطابق تحریک جدید کے پانچوں سالوں کا چندہ اگست تک ادا کر دیا ہے۔ ان کی تعداد ابھی تین چار سو سے زائد نہیں ہوئی۔ اور ابھی تو اس تحریک کا پانچواں سال ہے۔ نہ معلوم شامل ہونے والوں میں سے آخری سال تک کون گرتا اور کون رہتا ہے۔ اس زمانہ کے لوگ چاہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں۔ اور وہ انعام بھی حاصل کر لیں۔ جو پہلے انبیاء کی جماعتوں نے حاصل کئے۔ حالانکہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ وہ انعامات تو الگ رہے۔ ایمان بھی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان تمام قربانیوں میں حصہ نہ لیا جائے۔ جو پہلے انبیاء کی جماعتوں نے کیں۔

ایمان تو ایک موت ہے

جب تک کوئی شخص اس موت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس وقت تک وہ ہر گز ہر گز ابدی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ انہی لوگوں کو اپنی بارگاہ میں قبول کیا کرتا ہے۔ جو ہر وقت مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں یہودیوں کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ یہ قوم ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلی۔ اس ڈر اور خوف سے کہ وہ مر جائینگے۔ مگر کیا آج اسلام کی یہی حالت نہیں۔ اور کیا اسلام اپنی موت کے قریب نہیں پہنچ گیا۔ کیا تمہیں کبھی خیال نہیں آتا۔ کہ

تم کن لوگوں کی اولاد ہو

تم ان لوگوں کی اولاد ہو۔ جنہوں نے یورپ سے لے کر چین کے انتہائی سروں تک حکومت کی تھی۔ تم ان لوگوں کی اولاد میں سے ہو۔ جن کے ماتحت کسی زمانہ میں وہ تمام یوروپین اقوام تھیں۔ جو آج تم پر حکومت کر رہی ہیں۔ یہی اٹلی جو آج بڑا شور مچا رہا ہے۔ اس کے کئی حصے تمہارے باپ دادوں کے ماتحت تھے۔ یہی جرمن جس کا آج چاروں طرف شہرہ ہے۔ اس کے کئی حصوں پر تمہارے باپ دادوں کی حکومت تھی۔ یہی سپین جو آج ترقی کر رہا ہے۔ تمہارے باپ دادوں کے ماتحت تھا۔ اسی طرح امریکہ کے جزائر فلپائن تک۔ افریقہ سارے کا سارا اور ایشیا قریباً سارا ان کے ہاتھ میں تھا۔ تم میں سے کئی جو آج یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ بالکل ممکن ہے۔ وہ بلاواسطہ ان بادشاہوں کی اولاد میں سے ہوں۔ لیکن آج تمہاری کیا حیثیت ہے۔ آج تمہاری ہی نہیں آج سارے اسلام کی کیا حیثیت ہے۔ آج نہ مسلمانوں کی کہیں عزت ہے۔ نہ اسلام کے نام سے ڈرنے والا کوئی موجود ہے۔ چھوٹی چھوٹی قومیں جن کے پاس حکومت نہیں۔ آج ان کی بھی آواز سنی جاتی ہے۔ مگر اسلام اور مسلمانوں کی آواز کہیں سنی نہیں جاتی۔

گاندھی کی آواز

بھی آج لوگوں پر اثر کرتی ہے۔ حالانکہ گاندھی ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ جسے ہزار سال سے زیادہ حکومت کئے گذر چکا ہے۔ لیکن آج مسلمان بادشاہوں کی آواز کی بھی کوئی قدر نہیں۔ کیونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ

مسلمانوں کی مثال ایک گرے ہوئے کھنڈر کی سی ہے

اور گاندھی کی مثال گو ایک جھونپڑی کی سی ہے۔ مگر وہ نئی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے متعلق امید کی جا سکتی ہے۔ کہ دس بیس سال تک ان کے کام آئے گی۔ لیکن مسلمانوں کی حکومتیں گرتا ہوا کھنڈر ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر یہ آج ہے۔ تو کل نہیں۔ اور جو کل ہے۔ تو پرسوں نہیں۔ تو وہ جو یہود کے متعلق اللہ تعالےٰ نے

حذر الموت

کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ اس سے زیادہ موت کا خوف مسلمانوں کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اور تمہارے ساتھ بھی لگا ہوا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اب اگر تم زندگی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو اس کا طریق ہم تمہیں بتا دیتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ موتو۔ تم مر جاؤ۔ فرمایا۔ مردہ قوم کی زندگی کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ کے لئے اپنے آپ پر موت وارد کرے۔ پہلی موت جو تم نے اپنے آپ پر وارد کی تھی۔ وہ خدا تعالےٰ کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ وہ موت شیطان کے لئے تھی۔ وہ موت اپنے نفس کے لئے تھی۔ وہ موت اپنی سستیوں اور کاہلیوں کے لئے تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تم نے جو موت قبول کی تھی۔ وہ دائمی تھی۔ مگر فرماتا ہے۔ اب تم دوسری موت کا بھی تجربہ کر کے دیکھ لو۔ اور اپنے نفس کے لئے نہیں۔ شیطان کے لئے نہیں۔ بلکہ

ہمارے لئے مر جاؤ

پھر دیکھو ہم تمہیں زندہ کرتے ہیں یا نہیں۔ کتنا لطیف استعارہ ہے۔ جو اس جگہ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا۔ کہ نبی ہمیشہ اسی قوم میں آتا ہے۔ جس قوم کے متعلق دنیا یہ فیصلہ کر دیتی ہے۔ کہ وہ مر رہی ہے۔ اور جو مرنے والا ہو۔ اسکی جان کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ قیمت ہمیشہ اس چیز کی ہوتی ہے۔ جس نے رہ جانا ہو۔ مگر جس نے ضائع ہی ہو جانا ہو۔ اس کی کچھ بھی قیمت نہیں ہو سکتی۔ تو یہاں ایسا

لطیف تقابل

کیا ہے۔ کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ اور انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کس بلندی تک مضمون کو پہنچا دیا گیا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ یہ بیان فرماتا ہے۔ کہ ہم ہمیشہ ایسی ایسی قوموں میں نبی بھیجا کرتے ہیں۔ جن کے متعلق دنیا یہ فیصلہ کر چکی ہوتی ہے۔ کہ وہ آج بھی مریں۔ اور کل بھی مریں۔ جیسے آج کل مسلمان ہیں۔ کہ ان کے متعلق تمام دنیا کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ وہ ایک مردہ قوم ہے۔ غرض اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ دیکھو تم مر گئے۔ اور آج تمہاری موت اس قدر واضح اور کھلی ہے۔ کہ ہر شخص تمہیں دیکھ کر یہی کہتا ہے۔ کہ تم زندہ نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ موت تم نے اپنے نفس کی خاطر قبول کی تھی۔ یہ موت تم نے اپنے عیش اور آرام کے لئے قبول کی تھی۔ یہ موت تم نے اپنی عزت کی خاطر قبول کی تھی۔ یہ موت تم نے اپنی ذاتی ترقی کے لئے قبول کی تھی۔ مگر بجائے اس کے کہ تمہیں آرام حاصل ہوتا۔ بجائے اس کے کہ تمہیں عزت ملتی۔ بجائے اس کے کہ تمہیں ترقی حاصل ہوتی۔ تم موت کے قریب پہنچ گئے ہو۔ نہیں نہیں تم مر ہی گئے ہو۔ اور دنیا متفق طور پر پکار اٹھی۔ کہ اب تم میں کوئی جان باقی نہیں رہی۔ اب بتاؤ تمہاری عزت۔ اور تمہارے مال کی کیا قیمت ہے؟ یقیناً کچھ بھی نہیں۔ مگر فرماتا ہے۔ جس جسم۔ جس عزت اور جس مال میں زوال آ چکا ہے۔ جس پر موت آ چکی ہے۔ تم اس حقیر ذلیل اور بے حقیقت چیز کو ہماری خاطر بھی قربان کر دیکھو۔ پھر دیکھو۔ اس موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ فرماتا ہے۔

فقال لھم اللہ موتوا

خدا نے ان کو کہا۔ کہ مر جاؤ۔ اور اپنے لئے ایک موت قبول کر لو۔ ثم احیاھم۔ جب انہوں نے ہماری خاطر یہ موت قبول کر لی۔ تو ہم نے ان کو زندہ کر دیا۔ گویا جو موت انہوں نے اپنے نفس اپنے آرام۔ اپنی عزت اور اپنی ترقی کے لئے قبول کی تھی۔ وہ تو

قطعی اور یقینی موت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بن گئی۔ مگر وہ موت جو خدا تعالےٰ کے لئے انہوں نے اپنے آپ پر وارد کی تھی۔ وہ ان کی زندگی کا موجب بن گئی۔ یہاں تک کہ

فرعون کے گھروں کے پتھیرے

شام اور فلسطین کے بادشاہ ہوئے۔ بابل اور ایران پر انہوں نے حکومتیں کیں۔ اور پھر انہی پتھیروں میں سے داؤد جیسا عظیم الشان بادشاہ پیدا ہوا۔ جس کے جہاز ایشیا اور ایران اور یورپ تک جاتے تھے۔ اور دنیا کے تمام خزانے اس کے پاس جمع تھے۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ جب ان پر موت آرہی تھی۔ تو خدا تعالےٰ نے ان سے کہا۔ کہ آؤ میں تمہیں اپنا معجزہ دکھاؤں۔ دنیا میں تو کسی مردہ کو زندہ کرنا خدا تعالےٰ کی سنت کے خلاف ہے مگر وہ اپنی اس معجز نمائی کے لئے کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ دنیا میں مردہ قوموں کو زندہ کیا کرتا ہے۔ جب کوئی قوم مر رہی ہو۔ تو وہ اس کی مثال کو دنیا کے سامنے رکھتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ تم اس بات پر ایمان نہیں لاتے۔ کہ میں مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔ آؤ اور اس قوم کو دیکھو۔ میں اسے زندہ کر کے دکھاتا ہوں یا نہیں۔ پھر وہ اس قوم کی طرف مخاطب ہوتا اور فرماتا ہے۔ کہ تم اب ہماری خاطر مر جاؤ اور ہماری خاطر اپنی جانوں اور اپنے مالوں پر موت وارد کرلو۔ پھر دیکھو۔ میں تمہیں زندہ کرتا ہوں یا نہیں۔ چنانچہ جب وہ قوم اللہ تعالےٰ کے لئے موت کو قبول کر لیتی ہے۔ تو خدا تعالےٰ اسے زندہ کر دیتا ہے۔

سو اے عزیزو تم جس قوم کے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ اسکی پہلی شان و شوکت کو دیکھتے ہوئے تم دنیا کے بدترین اور ذلیل وجود ہو۔

اپنے آباء کے لئے ننگ

خاندانوں کی عزت برباد کرنے والے اور باپ دادوں کی شہرت کو خاک میں ملانے والے۔ خدا تعالےٰ نے تمہاری اس موت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے۔ اور وہ آج تم سے یہ مطالبہ کر رہا ہے۔ کہ تم میری خاطر قربانیوں سے اپنے اوپر موت وارد کرلو۔ پھر دیکھو میں تمہیں کتنی بڑی عزت اور عظمت دیتا ہوں۔ کتنی چھوٹی چھوٹی قربانیاں ہیں۔ جو تم کرتے ہو۔ مگر ان قربانیوں کی وجہ سے آج بھی

تمام دنیا میں تمہاری عزت ہے

جہاں چلے جاؤ۔ یہی ذکر سنو گے۔ کہ اس جماعت میں بڑی طاقت ہے۔ تمہاری تنخواہیں تمہیں چار چار مہینے نہیں ملتیں۔ لیکن اگر تم میری ڈاک دیکھو۔ تو ہر مہینہ میں ایک دو ایسے خط ضرور آجاتے ہیں۔ کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن ہماری راہ میں بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ ہم پر اتنا قرض ہے۔ اور اس قدر روپیہ کی شدید ضرورت ہے۔ اگر آپ اتنے روپیہ کا انتظام کردیں۔ تو ہم مسلمان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ لوگوں کو یہ یقین ہی نہیں آتا۔ کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے پاس بڑا روپیہ ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے تمام دنیا پر ہماری جماعت کا رعب قائم کر دیا ہے۔ ہم اپنی غلطیوں کی وجہ سے بعض دفعہ اس رعب کو مٹا بھی دیتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی طرف سے

احیاء کا سلسلہ برابر شروع ہے

اور دنیا کے کناروں تک احمدیت کی شہرت پھیلتی جاتی ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی قوم ایسی نہیں جسے ہندوستان سے باہر لوگ جانتے ہوں۔ مگر تمہیں ضرور جانتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ دنیا کی تاریخ اور اس کے لٹریچر میں تمہارا نام آنا شروع ہوگیا ہے۔ چنانچہ

کئی کتابیں غیر ممالک میں ہماری جماعت کے متعلق لکھی جاچکی ہیں

جرمن میں بھی اور فرانس میں بھی اور اٹلی میں بھی۔ ان میں سے بعض مستقل کتابیں ہیں۔ اور بعض میں اور باتوں کے ضمن میں احمدیت کا ذکر آگیا ہے۔ مگر ہم جو کچھ ہیں وہ ہم جانتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک احیاء شروع ہے۔ اور جوں جوں جماعت قربانی کرتی چلی جاتی ہے۔ اسی قدر اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو زندہ کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر ہماری جماعت ساری موت قبول کرے۔ تو ساری حیات بھی اسے میسر آجائے۔ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ بعض لوگوں کو اس قربانی کا دنیوی زندگی میں انعام نہ ملے۔ مگر تم میں سے کون ہے۔ جو اپنی اولاد کے لئے قربانی نہیں کرتا۔ اگر ہم اپنی زندگی میں اس فتح کو نہ دیکھیں۔ مگر ہماری اولادیں دیکھ لیں۔ تو کیا یہ ہمارے لئے کم خوشی کا موجب ہو سکتا ہے؟ تم اپنی اولاد کو پڑھاتے ہو مگر تمہیں یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ تم اس کے پڑھنے اور پھر ملازم ہونے تک زندہ بھی رہو گے یا نہیں۔ تم قربانی کرتے چلے جاتے ہو۔ اور یہ سمجھ لیتے ہو۔ کہ اگر ہماری اولاد کو کچھ ملا۔ تو ہمارے نزدیک وہ بھی ہمیں ہی ملا۔ پس یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ سب کچھ ہمیں ہی حاصل ہو۔

ایک لطیفہ

مشہور ہے۔ کہتے ہیں۔ کوئی بادشاہ کہیں سے گذر رہا تھا۔ کہ اس نے ایک بڈھے کو جو ستر اسی سال عمر کا تھا۔ دیکھا۔ کہ وہ ایک ایسا درخت بو رہا ہے۔ جس کا پھل پندرہ بیس سال کے بعد لگا کرتا ہے۔ اس نے حیرت سے بڈھے کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ میاں تم یہ درخت کیوں لگا رہے ہو۔ تم نے اس کا پھل تھوڑا کھانا ہے۔ تم تو پھل لگنے سے پہلے ہی مر جاؤ گے۔ بڈھے نے جواب دیا۔ کہ بادشاہ سلامت آپ جیسا معقول آدمی اگر ایسی بات کرے تو تعجب ہی ہے۔ اگر ہمارے باپ دادا بھی اسی خیال سے درخت نہ لگاتے۔ کہ ہم تو اب مر جائیں گے۔ ہم درخت لگا کر کیا کریں۔ تو آج ہم ان درختوں کا پھل کس طرح کھا سکتے۔ انہوں نے درخت لگائے۔ اور ہم نے ان کا پھل کھایا۔ اب ہم لگائیں گے۔ اور ہماری آئندہ نسل اس کا پھل کھائے گی۔ بادشاہ کو اسکی یہ بات بہت ہی پسند آئی۔ اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ زہ۔ اور بادشاہ کا یہ حکم تھا۔ کہ جب میں کسی کی بات سے خوش ہو کر زہ کہوں۔ تو اسے تین ہزار درم بطور انعام دے دیئے جایا کریں۔ چنانچہ ادھر بادشاہ نے زہ کہا۔ اور ادھر خزانچی نے

تین ہزار درم کی تھیلی

بڈھے کے سامنے رکھدی۔ بڈھا یہ دیکھ کر مسکرایا۔ اور اس نے کہا۔ بادشاہ سلامت آپ تو کہہ رہے تھے۔ کہ درخت لگانا بے وقوفی ہے۔ تو اس کا پھل کھا ہی نہیں سکتا۔ مگر دیکھئے لوگ تو درخت لگاتے اور کئی کئی سال کے بعد پھل کھاتے ہیں۔ مگر

میں نے اس درخت کو لگاتے لگاتے اس کا پھل کھا لیا

بادشاہ کو پھر یہ بات پسند آئی۔ اور اسکی زبان سے نکلا۔ زہ۔ اور خزانچی نے جھٹ تین ہزار درم کی دوسری تھیلی بھی اس کے سامنے رکھ دی۔ بڈھا دوسری تھیلی کی طرف دیکھ کر ہنسا اور بولا۔ بادشاہ سلامت لوگ سال میں درخت کا ایک دفعہ پھل کھاتے ہیں مگر میں نے ایک منٹ میں اس کا دو دفعہ پھل کھا لیا

بادشاہ نے پھر کہا۔ زہ۔ اور خزانچی نے تیسری تھیلی اس کے سامنے رکھدی۔ بادشاہ یہ دیکھ کر ہنس پڑا۔ اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ یہاں سے چلو۔ ورنہ یہ بڈھا ہمیں لوٹ لے گا۔ ہے تو یہ لطیفہ۔ لیکن اس میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ کہ بہت ہی کمینہ اور ذلیل انسان وہ ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ میری خدمت کا صلہ اگر مجھے نہ ملا۔ تو کچھ نہ ملا۔ اول تو مومن کی خدا تعالےٰ پر نظر ہوتی ہے۔ دنیا پر اسکی نظر ہوتی ہی نہیں۔ لیکن اگر ہو بھی۔ تو اسے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جب میری قوم کو ایک انعام ملا۔ تو مجھے مل گیا۔

پس میں جماعت کے تمام دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ

تحریک جدید کی ہر قسم کی قربانیوں میں حصہ لیں

اور جو وعدے انہوں نے کئے ہوئے ہیں۔ انہیں پورا کریں اور سمجھ لیں۔ کہ یہ ایک موت ہے جس کا ان سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ تم میں سے کئی ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم نے سینما نہیں دیکھا۔ ہم مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ ہم ہمیشہ ایک کھانا کھاتے ہیں۔ ہم تو مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں۔ ہمیں تو ہمیشہ سادہ رہنا پڑتا ہے۔ ہم تو مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں۔ ہمیں رات دن چندے دینے پڑتے ہیں۔ ہم تو مر گئے۔ میں کہتا ہوں۔ ابھی تم زندہ ہو۔

میں تو تم سے حقیقی موت کا مطالبہ کرتا ہوں

کیونکہ خدا یہ کہتا ہے۔ کہ جب تم مر جاؤ گے۔ تو پھر میں تمہیں زندہ کروں گا۔ پس یہ موت ہی ہے۔ جس کا میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں۔ اور یہ موت ہی ہے۔ جس کی طرف خدا اور اس کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ اور یاد رکھو۔ کہ جب تم مر جاؤ گے۔ تو اس کے بعد خدا تمہیں زندہ کرے گا۔ پس تم مجھے یہ کہہ کر مت ڈراؤ۔ کہ ان مطالبات پر عمل کرنا موت ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یہ موت کیا اس سے بڑھ کر تم پر موت آنی چاہیئے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کامل احیاء تمہیں حاصل ہو۔ پس

اگر یہ موت ہے تو خوشی کی موت ہے

اگر یہ موت ہے۔ تو رحمت کی موت ہے۔ اور بہت ہی مبارک وہ شخص ہے۔ جو موت کے اس دروازہ سے گذرتا ہے۔ کیونکہ وہی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے زندہ کیا جائے گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مطالبات تحریک جدید کی اہمیت

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ "وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ"

ترجمہ:۔ اور جب ہم انسان پر انعام نازل کرتے ہیں۔ تو وہ روگردانی اور پہلوتہی سے کام لیتا ہے۔ اور جب اسکو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو بڑی لمبی دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں انسانی نفس کی تصویر کھینچی ہے۔ یہ انسان کی قدیم سے عادت چلی آئی ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُس پر کوئی نعمت نازل ہو۔ تو اوّل تو وہ اسکو قبول کرنے سے گریز کرتا ہے۔ دوم یا نعمت سے متمتع ہونے کے بعد اس میں کسل۔ بے توجہی۔ بے اعتنائی اور نفس پرستی کے جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ایسی حالت کی اصلاح کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے تازیانہ عبرت آتا ہے۔ اور آمدِ مصائب سے انسانِ ناشکرگزار کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور پھر حسبِ دستور سابق اللہ تعالےٰ کی طرف جھکتا ہے۔ اور لمبی دعاؤں اور طویل سجدوں اور عرضی درخواستوں سے اللہ تعالےٰ کے فضل کو جذب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسی تضرع اور ابتہال کی حالت میں اپنے بندے کی طرف راجع برحمت ہوتا ہے اور انسان اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک نہ ٹوٹنے والا پیوند جوڑنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

آؤ اب ہم دیکھیں۔ کہ مذکورہ بالا اصولِ فطرتِ انسانی جماعت احمدیہ میں کس طور پر کام کرتا ہُوا دکھائی دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے جلیل القدر نبی اور امت محمدیہ کے مہدیٔ معہود تھے۔ اگر نبوت نعمت الہیہ ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ ابی و اُمی و نفسی کا وجود بھی اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک انعام تھا۔ جب اسلام کی کشتی کفر کے بھنور میں پھنس کر لیلۃ القدر کی عمیق ظلمت میں سیلِ حوادث کے تھپیڑے رہ رہ کر کھا رہی تھی۔ اور مسافروں کی کس مپرسی کو دیکھ کر غالب کا یہ شعر وردِ زبان ہوتا تھا۔ کہ ؎

ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفاں خیز
گُستہ لنگرِ کشتی و ناخدا خفت است

اسلام کی اس حالت کو دیکھ کر قادیان کے ایک متقی عاشقِ خدا اور محبِ رسول صلعم کی پُرسوز دعاؤں نے ملاءِ اعلیٰ میں ایک شور برپا کر دیا۔ اور فرشتوں کی افواج حمایت امتِ مرحومہ کے لئے کمربستہ ہو گئیں۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے اسی بندے کو جس نے محسوس کیا تھا۔ کہ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

اور اسلام کی بے کسی کو دیکھ کر جس کی قلبی حالت کا یہ نقشہ تھا۔ کہ ؎

اے دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اور جس نے یہ دعا کی تھی۔ کہ رَبِّ أَحْيِ الْإِسْلَامَ بِجُهْدِي وَهِمَّتِي وَدُعَائِي وَكَلَامِي وَأَظْهِرْ لِي حُسْنَهُ وَ مَزِّقْ كُلَّ مُعَانِدٍ وَكِبْرَهُ۔

یعنی اے میرے پروردگار! تو اسلام کو زندہ کردے۔ میری کوشش سے اور میری ہمت سے اور میرے کلام سے۔ اور میرے ذریعے اسکی خوبصورتی کو ظاہر فرما۔ اور میرے ذریعے ہر ایک معاندِ اسلام اور اس کے کِبر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

اسی کو اللہ تعالےٰ نے احیائے اسلام اور اقامتِ شریعتِ غرّا کے لئے چُنا۔ اور اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی اور غرق ہونیوالے مسافروں کو بچا لیا۔

لیکن ہائے افسوس! ذریّت الشیطان نے اس عبدالرحمٰن کو دیکھا۔ لیکن انہیں اسکی نبوت اور نعمتِ مہدویت نظر نہ آئی۔ ان کے دل میں بُغض تو پہلے ہی تھا۔ جس سے ان کی بینائی کمزور ہو چکی تھی۔ جب وادیٔ ظلمت کو منور کرنے کے لئے آفتاب عالمتاب مشرق سے طلوع ہُوا۔ تو ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور رہی سہی بینائی کو سلامت رکھنے کے لئے انہوں نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر مُنہ پھیر لیا۔ اور کنارہ کشی اختیار کی۔ کیونکہ آخر انسان ہی تھے۔ کوئی باخدا انسان تھوڑے ہی تھے۔ کہ نورِ خدا کو پہچان کر پروانہ وار اس پر گرتے۔

لیکن میرا مضمون نامکمل رہے گا۔ اگر میں اسی شمعِ ہدایت اور قندیلِ اسلامیہ (جو غروب کے نقص سے مبرّا ہے) کے پروانوں کا ذکر نہ کروں۔ لبعض سعید ارواح نے نورِ خدا کو فوراً پہچان لیا۔ اور اپنے تاریک سینوں۔ ظلمت خانۂ دل اور لبسملِ ہدایت روح میں اس شمعِ نور کو جگہ دی۔ جس سے ان کے جسم و روح کے ذرّہ ذرّہ میں خدا ہی خدا داخل ہو گیا۔ امتدادِ زمانہ سے فطرتِ انسانی نے پھر اپنی سستی کا اظہار کیا۔ اور یہی لوگ حصارِ عافیت اور دار الامان میں آنے کے بعد سابقہ تکالیف اور حوادث کو بالکل بھول گئے۔ اور ان کو اس قدر امن میسّر آیا۔ کہ ان کے دلوں میں سُستی نے گھر کر لیا۔ اور وہ مخمورِ شرابِ آرام ہو کر آموختہ درسِ وفا کو بھول گئے۔ اور ان کے قلوب کی سرزمین پر سے ہدایت مہدی کے نقوش مٹ گئے۔ اور وہ خود لیلۃ القدر کے بعد ظہورِ صبحِ صادق (وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ) کے موقع پر سو گئے۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کی سُنّت تھی۔ کہ جب حضور اکرم صلعم نماز کے لئے صبح کے وقت مسجد تشریف لے جاتے۔ اور رستے میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتے۔ اور جو نہ جاگتا۔ اسکو پاؤں سے ہلاتے۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جاتا۔ اسی سنّت کے مطابق جب احمدی احباب حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات حسرت آیات کے بعد سو گئے۔ تو حضرت امیر المؤمنین محمود مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ الودود نے بھی سوئے ہوئے شیروں کو جگانے کے لئے ان کو تحریک کی۔ تحریک کہتے ہیں حرکت دینے کو ہلانے کو۔ اور جدید کہتے ہیں تازہ کو۔ نئے کو۔ تو یہ تحریک جدید ہے۔ یعنی جو خفتہ لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے اور ہشیاروں کو کام پر تیار کرنے کے لئے اور کمربستگان کو کام پر لگانے کے لئے ایک مکمل ہدایت نامہ ہے اس کے انیس ۱۹ مطالبات ہیں۔ جن میں سے پہلا زندگی یعنی سادہ زندگی کے متعلق اور آخری دعا یعنی اللہ تعالےٰ کی راہ اور درگاہ میں فقیرانہ مرجانے کا ہے۔ گویا تحریک جدید کے مطالبات میں احمدیہ جماعت کی زندگی اور موت کا سوال ہے یہ تحریک زندگی سے شروع ہوتی ہے۔ اور موتوا قبل ان تموتوا کے مطابق اور ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

کے لحاظ سے موت پر ختم ہوتی ہے۔ جو وہ بھی زندگی ہے۔ گویا اس تحریک جدید میں ابدی زندگی کا پیغام ہے۔ اور یہ تشنہ لبوں کے لئے آبِ حیات کا جام ہے۔ بلحاظ مضمون یہ تحریک قدیم ہے۔ لیکن بلحاظ اظہار یہ تحریک جدید ہے۔ ع

مے چھلکتی ہے پرانی۔ نئے پیمانے میں

؎ "ہے مداوائے جنوں۔ نشترِ" تحریک جدید
"میرا" آقا "رگِ ملت سے لہو لیتا ہے"

اے احمدی بھائیو! آپ بک چکے ہیں خدا کے آگے محمود کے ہاتھ پر۔ آج تمہارا آقا یتیم محمدؐ بن کر۔ سائل بن کر۔ اسلام کی خاطر بھیک مانگنے کے لئے تمہارے در پر حاضر ہے۔ ع

غضب ہے شاہ بلاوے غلام مُنہ موڑے

آپ کا حق ہی نہیں۔ آپ اعراض کریں۔ پہلوتہی سے کام لیں۔ اور اس فقیر فاخر کو اپنے در سے دھتکار دیں۔ فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر۔ بلکہ آپ کا عہد یہ ہے۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ اس عہد کو پورا کرو۔ لا اکراہ فی الدین۔ بے شک یہ تحریک طوعی ہے۔ لیکن جب دل دے دیا۔ تو طوع کیا اور جبر کیا۔ اب تو سرِ تسلیم خم ہی خم رہنا چاہیئے۔ یہی آئینِ وفاداری ہے۔ جو کچھ نعمت اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی تمہارے پاس ہے۔ وہ ان مطالبات تحریک جدید کے سُننے پر ظاہر و حاضر کر دو۔ کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے۔ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ اور سب کچھ دے کر یہ کہو ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

ہمارا یوسفِ قدنی محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حفیظٌ امینٌ ہے۔ جان بھی اس کے قدموں میں ڈال دو۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے۔ کہ حق ادا نہ ہُوا

سب کچھ دیکر سمجھو۔ کہ ہم نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں دیا۔ صرف متاعِ قلیل کو مالکِ حقیقی کے حوالے کر دیا اور ع

منّ و احسان سے اعمال کو کرنا نہ خراب

پھر یقین جانو۔ کہ اللہ تمہارا ہے۔ اور بہشت کی اعلیٰ لذات ہمارے منتظر ہیں۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

[illegible] زیر اہتمام [illegible] محمود [illegible] ۔ قادیان

جزیرہ جاوا کا ہفتہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(فاروق کے خصوصی نامہ نگار کی چٹھی)

میں اپنے گزشتہ خط میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ جزیرہ جاوا۔ ڈچ ایسٹ انڈیز میں سے سب سے زیادہ اہم ہے۔ ڈچ گورنمنٹ کا مرکز اسی جزیرہ میں ہے۔ تعلیمی لحاظ سے بھی یہی سب سے اہم ترین ہے۔ اور تجارتی رو سے بھی تجارت کا سب سے بڑا مرکز ڈچ ایسٹ انڈیز میں سے سروبایا شہر ہی ہے۔ جو کہ جزیرہ جاوا کے ایسٹ کے کنارہ پر واقع ہے۔ اور جاوا جو کہ تین علاقوں میں منقسم ہے۔ یعنی ویسٹ جاوا۔ مڈل جاوا۔ اور ایسٹ جاوا۔ ان میں سے ایسٹ جاوا ہی سب سے بڑا علاقہ ہے۔ ویسٹ جاوا میں بٹاویہ شہر حکومت ڈچ کا دار الخلافہ ہے۔ اور وہاں پر پہلے پہل احمدیت کا جھنڈا محترمی جناب مولوی رحمت علی صاحب مولوی فاضل نے نصب کیا۔ جبکہ وہ دوسری دفعہ ڈچ ایسٹ انڈیز میں تشریف لائے۔ اور مڈل جاوا میں مجاہد احمدیت جناب سید شاہ محمد صاحب ۱۹۳۸ء کے نصف میں تشریف لائے۔ اور "پورووکرتو" شہر میں جماعت قائم کی۔ خدا کرے۔ کہ ان کو جلد شفا حاصل ہو۔ آمین وہ بوجہ علالت طبع اس وقت تک پورووکرتو شہر کے ہسپتال میں ہی ہیں۔ اور ایسٹ جاوا میں خاکسار دسمبر ۱۹۳۷ء میں پہنچا۔ اور شہر سروبایا میں مقیم ہوا۔ محض خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے قلیل سے عرصہ میں ہی یہاں پر جماعت قائم ہو گئی۔ اور علاوہ اس کے اردگرد کے شہروں میں بھی تبلیغ احمدیت پہنچائی گئی۔ اور ان چند شہروں میں دو دو تین تین احباب سلسلہ احمدیت میں داخل بھی ہوئے۔

ایسٹ جاوا کے موجودہ گورنر جناب "فانڈرپلاسس" صاحب ہیں۔ جو کہ ایک نہایت ہی قابل شخصیت ہیں۔ اور اسلامی لٹریچر سے ان کو اچھی طرح واقفیت ہے۔ قرأت قرآن میں بہت ماہر ہیں۔ قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ عربی زبان کے خوب واقف ہیں۔ عربی زبان میں تقریر نہایت فصیح طور پر کر سکتے ہیں۔ دیگر مذاہب سے بھی خوب واقفیت ہے۔ ڈچ ایسٹ انڈیز میں۔ ڈچ گورنمنٹ میں اور ڈچ لوگوں میں سے وہ ہی اسلام کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے گنے جاتے ہیں۔ اور اسی غرض کے لئے وہ ایک لمبا عرصہ مکہ و مدینہ میں رہے ہے۔ یہ وہی صاحب ہیں۔ جن کا نام اکثر یورپین لوگوں کی کتابوں میں جو کہ اسلام کے متعلق ہیں۔ آتا ہے۔ گورنر بننے سے پہلے وہ ایک کافی عرصہ ڈچ گورنمنٹ کی طرف سے معاملات مذہبی کے افسر اعلےٰ رہے۔ اور جاوا میں شہر "چری بون" کے گردونواح کے لوگ ان کو ایک ولی اللہ کی طرح مانتے ہیں۔ وہ خود بھی نہایت سادہ لباس میں رہتے ہیں۔ اور ریش دراز رکھتے ہیں۔ نہایت ہی خاموش طبیعت کے اور ہر دلعزیز ہیں۔ ہر طبقہ کے لوگ ہر قوم کے لوگ ان سے محبت رکھتے ہیں۔ عربوں کے جلسوں میں وہ جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں انڈین سپورٹ کلب سروبایا نے جوبلی منائی۔ تو گورنر صاحب موصوف خود تشریف لائے۔ اور ایک مختصر سی تقریر انگریزی زبان میں کی۔ اور دیگر موقعوں پر بھی کئی دفعہ سپورٹ کلب کی گراؤنڈز میں خود تشریف لائے۔ اور اسی طرح سے جاوی لوگوں کی سوشل انجمنوں میں شریک بھی ہوتے اور مدد بھی کرتے ہیں۔ اور ان کو ملنے کی ہر ایک کو اجازت ہے۔ غرضیکہ تمام لوگ ان سے محبت رکھتے ہیں۔ میں جب ایسٹ جاوا میں پہنچا۔ تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تصنیف مبارک "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کا انگریزی ترجمہ گورنر صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسی طرح اور چند گورنمنٹ افسروں کو بھی ایک ایک کاپی روانہ کی۔

ایسٹ جاوا خود بھی بڑا ہے۔ پھر اس کے علاقہ میں ہی دو جزیرے بھی آتے ہیں۔ (۱) ماڈورا (۲) باویئن۔ اور ان دونوں جزیروں میں تقریباً سو فیصدی مسلمان لوگ آباد ہیں۔ گو اب ماڈورا میں عیسائی مشنری جا چکے ہیں۔ مگر دوسرے جزیرہ باویئن میں ابھی تک کوئی عیسائی نہیں۔ اور وہاں کے لوگ اکثر حاجی ہیں۔ اور شریف طبع اور عبادت گزار ہیں۔ اور یہ جزیرہ چھوٹا سا ہے۔ مگر ماڈورا ایک کافی بڑا جزیرہ ہے۔ جو کہ ۶۰ میل سے زائد لمبا اور ۵۰ میل سے زائد چوڑا ہے۔ اور اس میں چند بڑے بڑے شہر آباد ہیں خدا کرے۔ کہ ان میں جلد ہی احمدیت قائم ہو جائے۔ آمین۔

ایسٹ جاوا میں کثرت مسلمانوں کی ہی ہے مگر عیسائی روز بروز ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ کئی شہروں کے شہر عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ پچھلے دنوں میں چند علماء بھی عیسائیت کا شکار ہوئے ہیں۔ اور عیسائیوں کی چند فیکٹریاں ہیں۔ جن کی وجہ سے جلد مزدور لوگ اور وہاں کام کرنے والے لوگ ان کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح سکولوں کے ذریعہ اور شفا خانوں کے ذریعہ ان کا جال کافی پھیل رہا ہے۔ ایسٹ جاوا میں نہایت گنجان آبادی ہونے کی وجہ سے کثیر تعداد لوگوں کو فاقہ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ پھر ذرائع تعلیم اور دیگر ضروریات مثلاً ہسپتال وغیرہ کے لئے تو وہ خود بمشکل ہی انتظام کر سکتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے عیسائیوں کا شفا خانے اور سکول قائم کرنا عیسائیت کے پھیلانے میں کافی ممد ہے۔ اور اس علاقہ میں عیسائیت کی تواریخ سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے عیسائیت بھی اسی شہر سروبایا سے ہی شروع ہوئی۔ جو کہ ایک عیسائی مشنری کی یہاں پر ایک جاوی عورت سے شادی کرنے کی وجہ سے۔ چونکہ اسکی عورت ہی پہلے پہل عیسائیت میں داخل ہوئی۔ اور پھر وہ آلہ تبلیغ بنی۔ اور اس نے کئی لوگوں کو عیسائیت میں داخل کیا۔ آہستہ آہستہ عیسائیت پھیل گئی۔ حتیٰ کہ اب ایسٹ جاوا کے ہر شہر میں کم از کم تین چار گرجے ہوں گے۔ عیسائیت کے فرقے یہاں پر زیادہ تر پروٹسٹنٹ۔ رومن کیتھولک ایڈوینٹسٹ اور پنٹکسٹر ہی ہیں۔ مگر مالی اور تمدنی لحاظ سے صرف رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا ہی اثر ہے۔ اور پنٹکسٹر میں زیادہ تر چینی لوگ شامل ہیں۔ مکتی فوج والے بھی ہیں۔ مگر ان کا اثر ایسٹ جاوا کی طرف کم ہی ہے۔ اور دیگر بعض جزیروں میں بھی عیسائیت کافی زور پکڑ چکی ہے۔ اور عیسائیوں کے سکولوں اور شفا خانوں کی تعداد دن بدن زیادہ ہو رہی ہے۔ گو اب مسلمانوں کی ایک انجمن جس کا نام "محمدیہ" ہے۔ اپنے سکول اور شفا خانے کھول رہی ہے۔ مگر عیسائیت کے مقابلہ سے ابھی بہت دور ہے۔ عام مسلمانوں سے تو تبادلہ خیالات کرنے کو عیسائی معمولی بات سمجھتے تھے۔ اور ان لوگوں کو زیر اثر کرنا وہ بچوں کا کھیل خیال کرتے تھے۔ مگر اب خدا تعالےٰ کے کرم سے احمدیت کی پاک وروشن تعلیم کے آنے کی وجہ سے عیسائیوں کی وہ بہادری اور جرأت جاتی رہی ہے۔ اور اگر ان کو پتہ چل جائے۔ کہ یہ احمدی ہیں۔ تو پھر تو نزدیک تک آنے سے گریز کرتے ہیں۔ جب میں سروبایا پہنچا۔ تو ایک تبلیغی اشتہار ۲۰۰۰ کی تعداد میں شائع کر کے عیسائیوں میں تقسیم کیا۔ اور پھر جناب مولوی رحمت علی صاحب نے چند کتب عیسائیت کے متعلق تحریر کی تھیں۔ ان کو بھی چند لوگوں تک پہنچایا جس کی وجہ سے وہ لوگ اور بھی خاموش ہو گئے یعنی تبادلہ خیالات تک نوبت پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ مگر انشاء اللہ ہم متواتر اس پاک تعلیم اسلام کو پھیلاتے رہیں گے۔ اور ہم کو یقین ہے۔ کہ ایک دن وہ نیک روحیں جو کہ عیسائیت کے پنجہ میں ہیں۔ ضرور حقیقی اسلام میں داخل ہوں گی۔ آمین۔

اور اسی طرح عیسائی لوگ اپنا لٹریچر تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے چند اخبارات بھی یہاں سے نکلتے ہیں۔ چینی لوگ بھی اکثر عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور اس علاقہ میں چینیوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہیں۔ ہر شہر میں ان کی دوکانیں ہیں۔ اور اپنے مذہب کنفیوشش ازم کو بھی وہ وہاں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اور اکثر امیر لوگ یہاں پر چینی ہی ہیں۔ اسلئے ان کا لٹریچر کافی نکلتا رہتا ہے۔ اور تمام جاوا بھر کے جتنے بھی روزنامے ملائی اخبارات ہیں۔ ان میں سے ۷۵ فی صدی چینیوں کے ہی ہیں۔ میں نے محترم چودھری محمد اسحاق صاحب مبلغ ہانگ کانگ سے چینی زبان کا لٹریچر مانگا تھا۔ انہوں نے ایک چھوٹے سے چینی زبان میں رسالہ کی تیس کے قریب کاپیاں روانہ کی ہیں۔ جو کہ انشاء اللہ تقسیم کروں گا۔ آج ہی کی ڈاک میں وہ لٹریچر ملا ہے۔ شروع میں جب یہاں پہنچا۔ تو چند چینی احباب سے ہی تعلق پیدا ہوا۔ جنہوں نے اپنے اخراجات پر چند لیکچر مجھ سے کروائے۔ اور ان کو کتابی شکل میں شائع بھی کیا۔ اور ابھی تک ہمارے خطبوں میں چینی لوگ آتے ہیں۔ پچھلے اتوار کو ہی جو تبلیغی جلسہ کیا گیا۔ اس میں چند چینی معزز احباب تشریف لائے۔ اور بہت سے چینی لوگ یہاں پر تھیوسفی میں بھی داخل ہیں۔ بلکہ تھیوسفی کے زیادہ ممبر چینی لوگ ہی ہیں۔ والسلام

سوال؟

کیا آپ نے ابتک فاروق کیلئے کوئی خریدار نہیں دیا؟ اگر نہیں دیا۔ تو ہمت کر کے کم از کم دو خریدار فاروق کے واسطے اپنے دوستوں میں سے پیدا کریں۔ اس کا چندہ صرف ڈھائی روپیہ سالانہ ہے۔ جو بہت کم ہے۔ اسمیں خطبہ جمعہ کے علاوہ ایسے مضامین ہوتے ہیں۔ جو دوسرے کسی اخبار میں نہیں ملتے (منیجر فاروق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احباب افریقہ باوجود بار بار بذریعہ اخبار یاد دہانی کرانے کے احباب نے آج تک فاروق کا حق ادا نہیں کیا۔ لہٰذا مجبوراً ستمبر ۱۹۳۹ء سے خریداران ذیل کا پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ [illegible] غلام محمد صاحب [illegible] ڈاکٹر احمد دین صاحب [illegible] احمد دین صاحب [illegible] مبارک احمد صاحب [illegible] (منیجر فاروق)

عیسائی مشن!

تورات میں آنحضرت صلعم کے متعلق ایک عظیم الشان بشارت

اور مسیحی حضرات کی کھلی ضلالت

(۱)

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہٗ مکتوباً عندھم فی التورٰۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہٖ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہٗ اولٰئک ھم المفلحون۔ ترجمہ:۔ کہ وہ لوگ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں۔ جس کی بشارات وہ تورات و انجیل میں پاتے ہیں۔ جو نبی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتا ہے۔ اور حل و حرمت کا حکم دیتا ہے۔ جو بوجھ سے دبے ہوؤں کے بوجھ اتارتا ہے۔ اور ان کے طوق اور زنجیریں دور کرتا ہے۔ جو اس پر ایمان لائے۔ جنہوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اسکی مدد کی۔ اور اس نور کی روشنی میں چلے۔ جو اس کے ساتھ (قرآن شریف کی شکل میں) اتارا گیا۔ پس یہی ہیں۔ فلاح و بہبود پانے والے۔ ۷ : ۱۵۷

چنانچہ حقائق و بصائر نے ثابت کر دیا۔ کہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ حقیقت افروز دعوےٰ ہے۔ تورات و انجیل میں حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی بعثت مقدسہ کی بشارات شمس الضحیٰ کی طرح چمک رہی ہیں۔ دنیا نے آج سے ساڑھے تیرہ صد سال قبل اس مبشر کو پا لیا۔ اور اس نور سے اپنے سینوں کو منور کیا۔ جس کی ظلمت پاش ضیا رسے دنیا کا کونہ کونہ منور ہوا۔ جس کے انفاس طیبہ کی تنویر سے دس ہزار نورانی نفس آسمانِ روحانیت کے ستارے بن کر چمکے۔ جن کا ذکر صحف مقدسہ میں بالخصوص کیا گیا۔ اور اس مبشر صادق کے دہنے ہاتھ ایک آتشین شریعت دی گئی۔ اور اس طرح جاہ و جلال الٰہی کی عظیم الشان نمود ہوئی۔

بے شک ابنائے ظلمت اور فرزندان اہرمن نے ان روشن اور ظاہر و باہر بشارات کو تاریکیوں کے نہاں در نہاں پردوں میں چھپایا تحریف و تبدل اور اخفائے حق سے ان بشارات کی اصلیت اور حقیقت کو نظروں سے اوجھل کر دینا چاہا۔ عذرات تراشے گئے۔ ہر ممکن کوشش ہوئی۔ کہ سراج منیر کی سیمین شعائیں جو تورات و انجیل سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں۔ کسی طرح دب جائیں۔ لیکن آفتاب رسالت کی بے پناہ تابانیوں نے ان کوششوں کو ناکام کیا۔ اور ان ظلمات کے پردوں کو دھجی دھجی کر دیا۔ اور راس العین پر آ کر ہر ذرہ عالم کو معمورۂ نور بنا دیا۔

تورات میں مثیلِ موسیٰ کی پیشگوئی

چنانچہ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ایک مثیل نبی کی بعثت کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ یہ قرآنی آیات اسی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ وما انا الا نذیر مبین قل ارءیتم ان کان من عند اللہ وکفرتم بہٖ وشھد شاھدٌ من بنی اسرائیل علیٰ مثلہٖ فاٰمن واستکبرتم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ ترجمہ:۔ اے رسول برحق کہہ دے۔ میں محض اسکی پیروی کرتا ہوں۔ جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ ہاں میں نذیر مبین ہوں۔ کیا تم نے غور کیا۔ اگر یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو۔ اور تم نے اس کا انکار کیا۔ حالانکہ ایک اسرائیلی شاہد نے اپنے ایک مثیل نبی کے ظہور کی گواہی دی۔ وہ تو ایمان لایا۔ پر تم نے تکبر کیا۔ یقیناً خدا تعالیٰ ظالم قوم کو کامیاب و کامران نہیں کرتا۔

شعلۂ طور میں انوار محمدیہ

یہ اسرائیلی شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کی زبان مبارک پر ایک عظیم و جلیل نبی کی پیشگوئی جاری کی گئی۔ چنانچہ جب یہودیوں نے حورب کے دن سینا پہاڑ سے خدا تعالےٰ کا کلام سننے سے صریحًا انکار کر دیا۔ تو اس کفرانِ نعمت کے نتیجہ میں پھر خدا تعالےٰ نے پیشگوئی فرمائی۔ "کہ انہوں نے جو کچھ کہا۔ سو اچھا کہا۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا۔ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا۔ نہ سنے گا۔ تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔" استثناء ۱۸ / ۱۶ تا ۱۹

اب چشم بصیرت سے دیکھو۔ چونکہ بنی اسرائیل نے آئندہ شریعت کا کلام سننے سے انکار کیا۔ اور اس کلام کے جلوہ کی تاب نہ لا سکے۔ تو خدا تعالےٰ نے ان کے بھائیوں بنو اسماعیل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو مبعوث کیا۔ اسی کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام نے اشارہ کیا۔ اور بتلایا۔ کہ محمدیؐ شریعت کی تاب ابھی بنی اسرائیل نہیں لا سکتے۔

"مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں۔ لیکن اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ سچائی کا روح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھلائے گا۔ اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ بلکہ جو کچھ سنے گا۔ وہی کہے گا۔" یوحنا ۱۶ / ۷ تا ۱۳

چنانچہ وہ سچائی کا روح جیسا کہ مقدر تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے وجود اقدس میں بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل سے ظاہر ہوا۔ جس نے خدا تعالیٰ کا کلام اس کے نام سے شروع کیا۔ (چنانچہ قرآن مجید کی ہر سورت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے) اور پھر اس نبی عربی صلعم کی مثیل موسیٰ کے دعویٰ میں منفردانہ حیثیت ہے۔ (انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً (مزمل) چنانچہ آنحضرت صلعم جو تبلیغی خط عیسائی بادشاہ نجاشی کو لکھواتے ہیں۔ اس میں اسرائیلی شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کا مصداق حقیقی خود کو قرار دیتے ہوئے کیا ہی خوبصورت الفاظ میں دعوت ایمان دیتے ہیں۔

رسول مقبول صلعم کا خط نجاشی کے نام

"محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے جو موسیٰ کا ساتھی اور اس کا بھائی ہے (یعنی بنی اسماعیل سے ہے) اور اس کا مصدق ہے۔ جو وہ لایا۔ آگاہ رہو۔ اے تورات کے ماننے والو۔ اللہ تمہیں بتلا چکا ہے۔ اور ضرور تم اپنی کتاب میں محمد رسول اللہ کی بشارت پاؤ گے۔ اور میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ مجھے خبر دو۔ کہ کیا تم نے اس کتاب میں جو اللہ نے تم پر نازل کی۔ یہ پاتے ہو۔ کہ تم محمدؐ پر ایمان لاؤ۔ اگر تم اپنی کتاب میں یہ بشارت نہیں پاتے۔ تو میں تمہیں مجبور نہیں کرتا کیونکہ ہدایت و رشد اور ضلالت و گمراہی کی راہ بالکل الگ ہو چکی ہے۔" ترجمہ از ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۹۶۔

قرآن کریم کے عظیم الشان دعوےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اس علیٰ وجہ البصیرت تحدی سے ظاہر ہے۔ کہ تورات میں آپ کے لئے عظیم الشان بشارات موجود ہیں۔ قرآن مجید کا یہ دعوےٰ ساڑھے تیرہ صد سال سے نصاریٰ کے سر پر گونج رہا ہے۔ لیکن کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ کہ اس مستحکم چٹان سے ٹکرائے۔ اور اس دعوےٰ کو غلط ثابت کر دکھائے۔ قطع نظر اس کے کہ حیل و حجت اور عذرات واہیہ کو کام میں لایا جائے۔ الغرض تورات میں بشارات رسول عربی ایسی ہیں روشن اور صاف و صریح ہیں۔ کہ ان کے متعلق کسی عذر تراشی۔ حیلہ جوئی اور غوغا آرائی کی گنجائش نہیں۔ لیکن نصاریٰ کی زبان کون پکڑے۔ ہنگامہ بپا ہے۔ کہ یہ پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں ہیں۔ نہ کہ رسول مقبول صلعم کے بارہ میں۔ چنانچہ آئندہ اشاعت میں اس کا ذکر کیا جائیگا۔

(شیخ عبد القادر احمدیؔ۔ لائل پوری)

شہری جماعتوں کی توجہ کیلئے

نظارت ہذا کی طرف سے شہری جماعتوں کی خدمت میں فارم رپورٹ ماہواری ارسال کر کے تحریر کیا گیا تھا۔ کہ وہ ان کی خانہ پری کر کے ماہماہ مرکز میں بھجوا دیا کریں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ تھوڑی جماعتوں نے اس طرف توجہ کی ہے۔

لہذا

بذریعہ اعلان ہذا عہدہ داران مقامی کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ وہ ماہماہ باقاعدہ طور پر رپورٹ بھجوایا کریں۔ سکرٹریان مال و پریذیڈنٹ یا امیر مقامی اس بات کے ذمہ دار ہوں گے۔ کہ حسب ہدایت رپورٹ مذکورہ مرکز میں پہنچ جائے۔

(ناظر بیت المال)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اراضیات سندھ میں کاشتکاروں کی ضرورت

اراضیات سندھ میں بہت سے کاشتکاروں کی ضرورت ہے۔ جو دوست وہاں جانا چاہیں وہ دفتر ہذا کے ساتھ خط و کتابت کریں۔ نہری علاقہ ہے۔ اور پیداوار کپاس اور دیگر اجناس کی اچھی ہوتی ہے۔ زمین نصف بٹائی پر دی جائے گی۔
خاکسار عبد الرحیم سپرنٹنڈنٹ دفتر ایم۔ این سنڈیکیٹ قادیان۔

تحریک جدید کے مجاہدین کا پیدل سفر کلو تک

تحریک جدید کے مجاہدین پیدل دھرمسالہ پہنچنے کے بعد کلو کے لئے پیدل روانہ ہو گئے ہیں۔ ۲۱ اگست کو وہ نگروٹہ ضلع کانگڑہ پہنچے۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی کافی ہے۔ انفرادی طور پر تبلیغ کرنے پر بعض معززین نے تحریک کی۔ کہ یہاں جلسہ منعقد کیا جائے۔ جس کا انتظام ہم کرتے ہیں۔ چنانچہ جلسہ کے لئے انہوں نے خود اعلان کرایا۔ گیس اور سامان فرش اور میز کرسیوں کا انتظام کیا۔ اور نو بجے شب چودھری مشتاق احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ ایک سو کے قریب ہندو مسلمان جمع ہو گئے۔ فضیلت اسلام۔ بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ وفات عیسیٰ علیہ السلام۔ ختم نبوت۔ مسلمانوں کی حالت زار پر افسوس اور اتحاد کی تحریک پر مجاہدین نے مؤثر تقریریں کیں۔ جلسہ گیارہ بجے ختم ہوا۔ مسلمانوں نے نہایت شرافت کا سلوک کیا۔ اور کئی اصحاب نے قادیان آنے کا وعدہ کیا۔

فوجی پنشنروں کے لئے ملازمت کا موقع

ایسے پنشنر یا ریزروسٹ فوجی احمدی سپاہی جو اس وقت بیکار ہوں۔ اور ملازمت کے خواہشمند ہوں۔ اپنے سرٹیفکیٹس وغیرہ لے کر مسجد احمدیہ لاہور بیرون دہلی دروازہ میں پہنچ جائیں۔ وہاں پر ان کو امیر یا سکرٹری صاحب کی معرفت ملازمت کا پتہ چل جائیگا۔ کہ کس جگہ چند سپاہیوں کی جگہیں خالی ہیں۔ ممکن ہے وہ بھی انتخاب میں آجائیں۔ ضروری ہوگا۔ کہ قد کم از کم ۵½ فٹ ہو۔ اس سے کم نہیں۔ چھاتی ۳۲ - ۳۴ انچ عمر ۳۵ سال سے کم ہو۔ (ناظر امور خارجہ قادیان)

پولیس میں بھرتی کا موقع

ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سنٹرل رینج لاہور کے ایک اعلان سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اپریل ۱۹۴۰ء میں نوجوانوں کی کچھ تعداد کو جو لاہور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ شیخوپورہ۔ لائلپور۔ منٹگمری کے باشندے ہوں۔ بطور اسسٹنٹ انسپکٹر پولیس بھرتی کیا جائے گا۔ اعلان کی شرائط میں مذکور ہے۔ کہ صرف ۱۸ اور ۲۵ سال کے درمیان عمر والے ان نوجوانوں کی درخواستوں پر غور کیا جائیگا۔ جو الیف۔ اے یا اس کے برابر کا کوئی امتحان پاس کئے ہوں۔ یا ایچیسن کالج کا ڈپلومہ حاصل کر چکے ہوں۔ جن کا کیریکٹر عمدہ اور جسمانی صحت اچھی ہو۔ اور پھرتیلے اور مستعد ہوں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ صاحب موصوف درخواستیں صرف یکم اکتوبر اور ۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء کے درمیان وصول کریں گے۔ اور اگر کسی نے کسی طریقہ سے بھی سفارش پہنچانے کی کوشش کی۔ تو اسکی درخواست کو مسترد کر دیا جائے گا۔ سابقہ مسترد کردہ اشخاص کو درخواستیں بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ درخواستوں کے ہمراہ صرف سندات کی نقول بھیجنی چاہئیں۔ جو واپس نہیں کی جائیں گی۔ امید ہے۔ کہ نوجوان اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

نارتھ ویسٹرن ریلوے

لوکو کیرج اینڈ ویگن اینڈ الکٹریکل شاپس مغلپورہ اور سکھر شاپس میں ٹریڈ اپرنٹسوں کی اسامیوں کے لئے امیدواران کی طرف سے درخواستیں مطلوب ہیں۔ اپرنٹس شپ کی مدت پانچ سال ہے۔ اور وظیفہ حسب ذیل شرح پر دیا جائیگا۔ پہلے سال چار آنہ چھ پائی روزانہ۔ دوسرے سال سات آنہ روزانہ تیسرے سال نو آنے چھ پائی روزانہ۔ چوتھے سال گیارہ آنہ چھ پائی روزانہ اور پانچویں سال تیرہ آنے چھ پائی۔ بھرتی کئے جانے والوں کی تعداد ۱۴۷ ہے۔ مسلمانوں کے لئے ۱۱۱ اسامیاں۔ اینگلو انڈین اور ڈومی سائلڈ یورپینوں کے لئے ایک۔ دوسری اقلیتوں کے لئے ۴۲۔ امیدواروں کی عمر یکم جولائی ۱۹۳۹ء کو پندرہ سال سے کم یا ۱۸ سال سے زائد نہیں ہونی چاہیئے۔ کم سے کم تعلیمی معیار پرائمری کا امتحان ہے۔ جن امیدواروں کو انٹرویو کے لئے بلایا جائے۔ انہیں اپنے خرچ پر حاضر ہونا ہوگا۔ منتخب کردہ امیدواران کو تقرر سے قبل کلاس سی۔ ا۔ کا ڈاکٹری امتحان پاس کرنا ہوگا۔

درخواستیں معہ سکول سرٹیفکیٹس کی مصدقہ نقول جن میں تاریخ پیدائش دکھائی گئی ہو۔ ۱۶ / ۹ / ۳۹ تک دفتر سپرنٹنڈنٹ میکینیکل ورکشاپس نارتھ ویسٹرن ریلوے مغلپورہ میں پہنچ جانی چاہئیں۔ اگر کسی امیدوار کی طرف سے کسی با اثر شخص کی سفارش حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تو یہ بات اس کے مفاد کے منافی ہوگی۔ پسماندہ اقوام کے امیدواروں کو جو قابلیت کے معیار پر پورے اتریں ترجیح دی جائے گی۔

قابل توجہ جماعتہائے احمدیہ حلقہ ریاست پٹیالہ و ضلع انبالہ

وفد خلافت جوبلی فنڈ حلقہ ریاست پٹیالہ و انبالہ نے زیر قیادت چودھری عنایت علی خاں صاحب اپنا کام شروع کیا ہوا ہے۔ اور ان کی طرف سے جماعتہائے سنگرور۔ پٹیالہ۔ سنور بسی پور۔ انبالہ شہر و چھاؤنی کی فہرستہائے وعدہ موصول ہوئی ہیں۔ جن میں سابقہ وعدوں پر -/-/۶۸۳ روپیہ کا اضافہ ہوا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

دوسری جماعتوں سے بھی توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ بھی وفد کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گی۔ اور اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گی۔ مندرجہ بالا جماعتوں کی موعودہ رقمیں شکریہ کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں۔ سنگرور ۱۳۳/۱۰/۹ پٹیالہ -/-/۳۲۱ روپیہ۔ سنور -/-/۲۲۵ روپے بسی پور -/۴/۲۵ انبالہ شہر و چھاؤنی -/۸/۹۹۲ روپے

(ناظر بیت المال)

وصیتیں

۵۴۲۶ ۔ منکہ نور الحق مولوی فاضل ولد منشی عبد الحق صاحب کاتب قوم کھوکھر وقف زندگی عمر بیس سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳ جولائی ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میں نے تحریک جدید کے ماتحت اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/۱۵/۱ روپے ماہوار الاؤنس تحریک جدید کی طرف سے میرے گذارے کے لئے مل رہا ہے۔ مجھے جب تک یہ الاؤنس ملتا رہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کو ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ اگر کسی وقت کوئی اور زائد آمدنی کی صورت پیدا ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کو ماہوار ادا کروں گا۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ اگر بوقت وفات میری کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد: نور الحق مولوی فاضل واقف زندگی تحریک جدید دار المجاہدین دار الفضل قادیان حال وارد اپر دھرمسالہ کو کونیم۔ گواہ شد: خاکسار حشمت اللہ میڈیکل آفیسر انچارج نور ہسپتال قادیان۔ گواہ شد: مرزا مظفر احمد صاحب قادیان۔ حال دھرمسالہ۔

۵۴۳۳ ۔ میں صدیقہ بیگم زوجہ مرزا محمد حسین صاحب قوم مغل اسسٹنٹ ملٹری فنانس ڈیپارٹمنٹ نئی دہلی عمر ۲۸ سال بیعت پیدائشی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ جون ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

زیورات طلائی قیمتی عماصہ زر مہر بذمہ خاوند دو ہزار روپیہ۔ تقریباً پونے سات مرلہ زمین واقعہ مبارک بارک چوبرجی قیمتی ۳۵۰ ساصہ
کل میزان ۳۱۰۰ تین ہزار ایک سو روپیہ صرف
(۱) میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں وصیت کرتی ہوں۔ اور اگر کوئی رقم میں اس حصہ جائیداد سے اپنی زندگی میں ادا کر دوں۔ تو وہ اس میں منہا کر دی جائے گی۔
(۲) اس کے علاوہ میرے مرنے کے وقت کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔

العبد: صدیقہ بیگم بقلم خود حال وارد چھاؤنی لاہور۔ گواہ شد: خاکسار علی محمد پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ چھاؤنی لاہور۔ گواہ شد: محمد صادق سٹور کیپر ایم۔ ای۔ ایس لاہور چھاؤنی۔ گواہ شد: محمد حسین احمدی سکرٹری تعلیم و تربیت دفتر ملٹری فنانس شملہ